غدارِ پاکستان

ڈاکٹر عبدُالسّلام
اسلام اور پاکستان
دشمن شخصیّت

محمد نوید شاہین

۱۹؍ دسمبر ۱۹۷۹ء "گارجین" (برطانوی روزنامہ) لکھتا ہے: "اس سال کے وسط میں جب بین الاقوامی شہرت یافتہ پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کو شاک ہوم میں نوبل انعام کی ایک تہائی رقم سے نوازا گیا' تو عبدالسلام نے سویڈش اخبار نویس البرٹ لیلٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا "میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد (قادیانی) کا غلام ہوں' پھر مسلمان ہوں اور پھر پاکستانی"۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی سیاہ اچکن' سفید پگڑی اور پاؤں کے خم دار کڑھائی دار جوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میرا یہ لباس اولاً مرزا صاحب (غلام احمد قادیانی) کی مطابقت میں ہے' ثانیاً پاکستانی ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے"۔

(ہفت روزہ "زندگی" لاہور' ۱۴؍ جون ۱۹۹۰ء)

"نوبل انعام۔۔۔! تاریخی اور شرعی حیثیت"

اس عنوان سے مولانا محمد ارشاد قاسمی لکھتے ہیں:

"عرصہ سے اخبارات' رسائل اور ریڈیائی خبروں میں "نوبل انعام" کا ذکر آتا ہے۔ لوگ پڑھتے ہیں' سنتے ہیں' سرسری نظروں سے گزر جاتے ہیں' بس سمجھتے ہیں کہ کوئی بھاری بھرکم انعام ہے۔ اس مشغول و معروف دنیا میں کسے فرصت کہ اس کی تاریخ و حقیقت معلوم کرے کہ اس کی کیا حقیقت ہے' کہاں سے آتا ہے' کس کو ملتا ہے' کیا اغراض و مقاصد ہیں' اس کی شرعی و اسلامی حیثیت کیا ہے؟

جب سے یہ نوبل انعام ہند کے ناموروں کو ملا ہے' اس کا چرچا زیادہ ہوگیا ہے اور اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے' خاص کر کے ابھی کچھ عرصہ پہلے جب ایک سائنس دان ہونے کی حیثیت سے مسٹر عبدالسلام کو نوبل انعام ملا ہے' تب سے یہ بڑی اہمیت کا حامل ہوگیا ہے' اور اسے ایک اہم ترین معجزہ قرار دیا جانے لگا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ

نوبل انعام کے حقائق سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

نوبل انعام اور اس کی تاریخ

ملک سویڈن میں ایک بڑا ماہر سائنس دان پیدا ہوا' جس کا پورا نام الفرڈ این ہارڈ نوبیل تھا۔ سویڈن کے دارالحکومت سٹاک ہوم میں یہ ۲۱/ اکتوبر ۱۸۳۳ء کو پیدا ہوا اور ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۰/ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اٹلی میں وفات پا گیا۔

یہ ایک کیمیا دان اور انجینئر تھا' اسی نے ڈائنامیٹ ایجاد کیا۔ جنگی آلات تار پیڈ وغیرہ پر اس کی بڑی تحقیقات ہیں۔ اس شخص نے نہایت ہی خوفناک تباہ کن آلات تیار کیے' یہی اس کا فن تھا۔ اس نے دنیا کو مہلک ہتھیاروں کا سبق پڑھایا۔ اسی تحقیقات میں اس کے خاندان کے کئی افراد ہلاک ہوئے۔ ڈائنامیٹ کا تجربہ کرتے ہوئے اس کے بھائی سمیت تین افراد کی ہلاکت ہوگئی تھی۔ اس واقعہ نے اسے دل برداشتہ کر دیا' چنانچہ اس سے متاثر ہو کر اس نے اپنی جائیداد کا ایک بڑا حصہ انعام کے لیے وقف کر دیا۔ وقف کی رقم قریب ایک سو سال قبل' تراسی لاکھ گیارہ ہزار ڈالر تھی اور یہ وصیت کی کہ اصل رقم تو بینک میں محفوظ رہے اور اس کے سود سے انعام دیا جائے۔

نوبل انعام حقیقی سود ہے

الفرڈ' بانی نوبل نے اصل رقم تو بنک میں محفوظ رکھنے کی وصیت کی اور اس پر سالانہ سود جو بنک دے گا' اس سودی رقم کو انعام میں دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ چنانچہ یہی سودی رقم' انعام میں دی جاتی رہی ہے۔

جو کمیٹی اب یہ انعام دیتی ہے' اس کا نام نوبل فاؤنڈیشن رکھا گیا ہے۔ یہ کمیٹی ہر سال پانچ انعام تقسیم کرتی ہے۔

انعام کا ضابطہ

یہ نوبل انعام' فزکس' فزیالوجی' کیمسٹری یا میڈیسن' ادب اور ان لوگوں کو جو امن و مصالحت کے شعبوں میں نمایاں امتیازی کردار ادا کرنے والے ہوتے ہیں' ان کو دیا جاتا ہے۔

انعام کی تقسیم کا طریقہ

یہ انعام محض کمیٹی اپنے تجربات و صوابدید پر نہیں دے دیتی' بلکہ اس کی منظوری اور انتخاب مختلف علمی کمیٹیاں کرتی ہیں۔

نوبل انعام حاصل کرنے والے امیدواروں کے نام مختلف کمیٹیوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں' وہی اس کا حقدار منتخب کرتی ہے۔ چنانچہ اس کا انعام اس کمیٹی کے حوالہ ہوتا ہے' جس کے پانچ ممبر ہوتے ہیں اور اس کا انتخاب ناروجین کی پارلیمنٹ کرتی ہے۔

* ادب پر انعام فرانس اور اسپین کی ایک کمیٹی چنتی ہے۔
* کیمسٹری' فزکس پر انعام کا انتخاب سٹاک ہوم کی سائنس کمیٹی چنتی ہے۔
* فزیالوجی اور میڈیسن پر سٹاک ہوم کی ایک کمیٹی انعام متعین کرتی ہے۔

یہ انعام پانچ لوگوں کو برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔

نوبل انعام کی مقدار

یہ انعام تین چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے: (۱) سونے کا تمغہ ہوتا ہے' (۲) ۸۰ ہزار پونڈ کی نقد رقم ہوتی ہے' (۳) ایک عدد سرٹیفکیٹ۔

نوبل انعام کی ابتداء

اس نوبل انعام کی تقسیم کا آغاز اس کی پانچویں برسی کے موقع پر ۱۹۰۸ء میں کیا گیا تھا۔ اب تک یہ انعام سینکڑوں افراد کو مل چکا ہے۔ اس میں ہند کے بھی کچھ افراد ہیں۔

ہند میں انعام پانے والے

تاریخی اعتبار سے ہند کے لیے بھی یہ باعث فخر ہے کہ یہاں کے لوگوں نے بھی اس عظیم دنیا میں امتیازی مقام حاصل کر کے نوبل انعام حاصل کیا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں رویندرناتھ ٹیگور کو جو بنگال کا باشندہ تھا' ادب کے شعبہ میں نوبل انعام ملا۔ ۱۹۳۰ء میں سروے رمن کو فزکس میں نمایاں مقام حاصل کرنے کی وجہ سے نوبل انعام ملا۔ ۱۹۷۹ء میں ایک خاتون ثریا کو امن کا نوبل انعام ملا جو ایک عیسائی عورت تھی۔

نوبل انعام پانے والے مسلمان

۱۹۸۷ء میں مصر کے سابق صدر انور سادات کو بھی امن کا نوبل انعام ملا' جس کی

کہانی یہ ہے کہ ۱۹۷۸ء میں اسرائیل کے وزیراعظم مسٹر بیگن کو انعام ملا کہ اس نے اسرائیلی سلطنت عربوں کی زمین پر قائم کر دی۔ صدر انور سادات نے سیاسی مفاد کے پیش نظر' امریکہ کی خوشی کی خاطر' اسرائیل کو تسلیم کر لیا تھا۔ اسرائیلی حکومت کی تسلیم پر نوبل فاؤنڈیشن نے ان کو نوبل انعام دیا۔ ۱۹۵۷ء میں ایک آزاد مصری ادیب' نجیب محفوظ کو ایک ناول پر ادبی انعام ملا۔ اس ناول میں اسلام اور مذہبی پیشواؤں کا مذاق اڑایا گیا تھا' اس پر طنز و تعریض کی گئی تھی' اس ناول کو مصر کی آزاد حکومت نے بھی نظر استحسان سے نہ دیکھا اور اس پر پابندی لگاتے ہوئے ممنوع الاشاعۃ قرار دیا۔

پاکستانی عبدالسلام کو نوبل انعام

۱۹۷۹ء میں عبدالسلام قادیانی کو فزکس میں نوبل انعام ملا۔ اس کے ساتھ دو امریکن سائنس دان بھی شریک رہے' یہ ایک زمانے سے کوشش میں تھے۔۔۔۔ آئن شائن کی صد سالہ یوم وفات پر ان کو بھی انعام ملا۔ اس انعام پر قادیانیوں نے پوری دنیا میں دھوم مچا دی۔ قادیانی مذہب کے ایک فرد کا حیرت انگیز کارنامہ بتایا اور اسے ایک معجزہ قرار دیتے ہوئے قادیانیت کی حقانیت کو ثابت کرنا چاہا۔ ہند و پاک کے بے شمار پرچوں نے اس کے نوبل انعام پر خصوصی مضمون شائع کیے' بعض اداروں نے اس پر نمبر بھی نکالا اور اس کے سائنسی کارناموں کو سراہا۔

جہاں تک اس کی سائنسی خدمات اور مہارت و امتیازی کارناموں کی بات ہے' اس کے متعلق تو کوئی بات ہی نہیں مگر قادیانیوں کی یہ بے جا جسارت و حماقت کہ وہ اس انعام کو قادیانیت کی حقانیت کی دلیل بنا کر عوام میں گمراہی پھیلا رہے ہیں' جو کور عقلی کی بات ہے۔

اگر انعام مذہب کی حقانیت و صحت کی دلیل ہوتی' تو پھر دہریوں کا اور ہنود کا مسلک بھی حق ہونا چاہیے کہ اس نے بھی انعام پایا ہے' بلکہ اس کا زیادہ ہونا چاہیے کہ اس نے بلا شرکت غیرے یہ انعام حاصل کیا ہے اور اس قادیانی نے تو مشترک انعام ایک ثلث پایا ہے۔

نوبل انعام کے اغراض و مقاصد اور اس کی سیاسی حیثیت

اس انعام کی تقسیم و انتخاب میں الحادی' صیہونی سیاسی مصالح کارفرما ہیں' ان کے پوشیدہ مفاد و مقاصد وابستہ ہوتے ہیں۔ ذرا آپ انعام پانے والوں پر غائرانہ اور تفتیشانہ

نگاہ ڈالیں۔ ۱۹۰۱ء سے اب تک انعام کا سلسلہ شروع ہے۔ ہر سال پانچ کو دیئے جانے کا ضابطہ ہے اور دیا جاتا ہے۔ قریب ۹۰ سال کے عرصہ میں اس دنیا عظیم میں کوئی ایک بھی مسلمان اس لائق پیدا نہ ہوا' جو اس انعام کا حقدار ہوتا۔ کیا علم' ادب' تصنیف' تالیف' امن و شانتی کی لائن میں کوئی نام لیواء اسلام ایسا نہ ہوا۔ حیرت در حیرت ہے کہ تمام انعام پانے والے الحادی و صیہونی مزاج والے یا یہود و نصاریٰ ہی ہوئے۔

اہل تاریخ پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس مدت میں کتنے ادیب' شاعر' صاحب فن مسلمان ہوئے۔ ان میں سے کسی پر بھی ان کی نگاہیں نہ اٹھ سکیں۔ کیا علامہ اقبالؒ کے ادبی شاعرانہ کاموں سے دنیا واقف نہیں۔ یورپ میں ان کی کتنی کتابوں کا ترجمہ شائع ہو کر مشہور ہوچکا ہے۔

محمد علی جوہر' اکبر' حسرت موہانی وغیرہ کی ادبی خدمات سے' رویندر ناتھ بنگالی کی بنگالی ادبی خدمات زائد ہیں؟ ہرگز نہیں--- کیا طب میں حکیم اجمل کے حیرت انگیز کارنامے دنیا کے سامنے نہیں ہیں۔ ہاں مگر یہ کہ یہ مسلمان تھے۔

رہی بات انور سادات کو نوبل انعام دینے کی۔ اسے تو ایک سیاسی مفاد سے وابستہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا کہ اس نے عربوں کی زمین پر اسرائیلی قبضہ کو تسلیم کیا۔

عبدالسلام قادیانی کے نوبل انعام کی وجہ بھی اسی طرح ہے۔ قادیانیوں کا اسرائیل میں ایک مشن ہے' جو عرصہ سے کام کرتا ہے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کی پیہم کوشش کرتا ہے' مرزا قادیانی کی اشاعت کرتا ہے۔ یہودی چاہتے تھے کہ آئن شائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کیا جائے۔ سو ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی انعام سے نوازا گیا۔

انعام کی شرعی حیثیت

یہ انعام خالص سود کی رقم ہے' جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسلم شریف)

نوبل انعام کا لینا قرآن و حدیث کے خلاف ہے"۔

(ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی' جلد ۹' شمارہ ۴۴' اپریل ۱۹۹۴ء)

نوبل انعام کی مغربی سیاست

اس عنوان سے تنویر قیصر شاہد لکھتے ہیں:

"گیارہ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ناروے کے ایک اخبار "آفتن پوسٹن" نے بڑے اعتماد کے ساتھ یہ خبر شائع کی کہ رواں سال کے لیے امن کا نوبل انعام یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیراعظم رابن کو دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ یہ خبر بہت سے حلقوں کے لیے اس لیے بھی حیرت خیز تھی کہ ابھی نوبل انعام کمیٹی کی طرف سے انعام یافتگان کا باقاعدہ اور باضابطہ اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ نوبل انعام کمیٹی کو اپنی خفیہ میٹنگوں پر بڑا ناز رہا ہے مگر اس بار اندرونی اور بند کمروں میں کیے جانے والے فیصلے وقت سے پہلے عوام الناس تک پہنچ گئے۔ ستمبر ۱۹۹۳ء میں وہائٹ ہاؤس کے سبزہ زار میں امریکی صدر نے جب معاہدہ امن پر دستخط کرانے کے بعد' تنظیم آزادی فلسطین (پی ایل او) کے سربراہ یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیراعظم رابن کا باہمی معانقہ اور مصافحہ کروایا تو اسی روز سے مغربی اور امریکی اخبارات کے تجزیہ نگاروں کا اندازہ تھا کہ اگلے سال امن کا نوبل انعام ان دونوں شخصیات کو دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ "آفتن پوسٹن" کی مذکورہ بالا انکشاف انگیز خبر کی اشاعت سے دو روز قبل شائع ہونے والے امریکی ہفت روزہ جریدے "یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ" کے مدیر معاون مائیکل روبی نے اپنے یک صفحاتی آرٹیکل میں لکھا:

"قرائن بتاتے ہیں کہ چودہ اکتوبر بروز جمعہ کو اوسلو میں نوبل انعام کمیٹی جن ناموں کا اعلان کرنے والی ہے' ان میں یاسر عرفات' رابن' جمی کارٹر' نیلسن منڈیلا اور ڈی کلارک شامل ہوں گے۔ یہ بھی اندازہ ہے کہ یاسر عرفات اور رابن اور دوسری طرف منڈیلا اور ڈی کلارک کو برابر برابر انعامی رقم دی جائے گی جب کہ تیسرا حصہ جمی کارٹر' سابق صدر امریکہ کے حوالے کیا جائے گا۔ جمی کارٹر نے شمالی کوریا اور ہیٹی کے بحرانوں کو مقدور بھر حل کرنے میں امریکی وزیر خارجہ وارن کرسٹوفر سے بڑھ کر کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ نقادوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ کارٹر کی یہ بھاگ دوڑ کلنٹن کی خارجہ پالیسی کو ہائی جیک کرنے کے مترادف ہے"۔

یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ (۱۰ تا ۱۷ اکتوبر اشاعت) کی یہ پیش گوئی نصف درست ثابت ہوئی۔ جمی کارٹر' نیلسن منڈیلا اور ڈی کلارک کے نام گول کر دیے گئے۔ مگر "آفتن پوسٹن" کی خبر کا وہ حصہ قابل غور ہے جس میں کہا گیا تھا کہ گزشتہ دو ماہ سے نوبل انعام کی پانچ رکنی کمیٹی میں ایک رکن کی وجہ سے ہنگامے اور جنگ کی سی صورت جاری تھی اور کمیٹی یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ آیا یاسر عرفات کو امن کا انعام دیا جائے یا

نہیں۔ وہ رکن جو عرفات سے ذاتی مخاصمت اور پرخاش کی وجہ سے بین الاقوامی اخلاقیات کی ہر حد عبور کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اس کا نام کیری کرسٹنسن ہے۔ وہ کمیٹی کے بقیہ ارکان کو مسلسل دھمکیاں دیتا رہا کہ اگر یاسر عرفات کو انعام دیا گیا تو وہ کمیٹی سے مستعفی ہو جائے گا۔ کیری کرسٹنسن کھلے عام یاسر عرفات کو دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ واضح رہے کہ کیری کرسٹنسن ناروے بھر میں اسرائیل کا زبردست حمایتی خیال کیا جاتا ہے۔ وہ ناروے کا وزیر تیل و توانائی رہ چکا ہے۔ اس نے ایک انٹرویو میں کہا:

"مجھے اسرائیل اور دنیا بھر کے یہودیوں سے جنون کی حد تک محبت ہے۔ میرا باپ پادری تھا اور میں نے اوائل عمری میں یہودیوں کی عظمت کا اعتراف کر لیا تھا۔ میں جب پارلیمنٹ کا رکن بنا تو اول روز سے ہی پارلیمنٹ کے اندر یہودیوں کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔ میری محنتیں رنگ لائیں اور میں ۱۹۷۳ء میں پارلیمنٹ کے اندر ایک مستحکم اسرائیل نواز گروپ بنانے میں کامیاب ہوگیا"۔

وفاداری بشرط استواری کے اس پس منظر میں جب مسٹر کیری کرسٹنسن نے یاسر عرفات کے خلاف طومار باندھا تو کمیٹی کے بقیہ ارکان ان کی ذہنی پراگندگی سے آگاہ تھے' اس لیے کیری کا واویلا اور دھمکیاں ان کی قوت فیصلہ پر اثر انداز نہ ہوسکیں۔

امریکہ اور مغربی ممالک میں آباد یہودیوں کے لیے بہرحال یہ خبر خوش کن نہیں تھی کہ یاسر عرفات کو امن کا نوبل انعام دیا جانے والا ہے۔

انہوں نے حسب دستور اخبارات و جرائد اور ٹیلی وژن میڈیا کو بروئے کار لا کر اپنی ناگواری' نفرت اور بے زاری کا اظہار کیا ہے اور ایک بار پھر گڑے مردے اکھاڑنے کے مصداق' یاسر عرفات کے پرانے "جرائم" کو ایک ایک کے گنوایا گیا ہے۔ وہ یہ بھول گئے کہ ۱۹۴۹ء میں جب فرانس' انگلستان اور امریکہ کی سازشوں سے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرتے ہوئے ارض فلسطین کے سینے میں اسرائیل کا خنجر پیوست کیا گیا تو ایک دہائی بعد مقامی مسلمان باشندوں پر یہودیوں کے مظالم کے ردعمل میں تنظیم آزادی فلسطین کا قیام عمل میں لایا گیا اور یاسر عرفات نے اپنی دھرتی کو پنجہ یہود سے آزاد کروانے کے لیے مسلح تحریک کا آغاز کر دیا۔ یاسر عرفات کو آج کے مقام تک پہنچنے کے لیے کئی تلخ اور جان لیوا مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ ان کی سرگرمیوں کے پیش نظر مشرق وسطیٰ کی کئی حکومتوں نے' جو امریکہ کے ایک اشارہ ابرو پر سرنگوں ہونا اعزاز خیال کرتے ہیں' ان کا اپنے ہاں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب اسرائیل نے

امریکہ کے تعاون سے بیک وقت مصر' اردن اور شام کو شکست دے کر گولان کی پہاڑیوں' سینائی' غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے پر قبضہ کر لیا تو پی ایل او کی مشکلات میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔ بعد ازاں اپنے علاقوں کو اسرائیلی قبضہ سے نجات دلانے اور برباد شدہ معیشت کو امریکی سہارا دینے کے لیے مصر کے صدر انور سادات نے امریکہ آکر اسرائیلی وزیراعظم مناہم بیگن سے کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر دستخط کیے تو یاسر عرفات پر مصر کے دروازے بند کر دیے گئے۔ چنانچہ وہ پی ایل او کا ہیڈ کوارٹر اردن منتقل کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ابھی انہیں اردن آئے صرف اڑھائی سال کا عرصہ ہوا تھا کہ امریکہ سی آئی اے اور امریکی صدر کی سازشوں سے اردن کے فرماں روا شاہ حسین نے پی ایل او کا مرکزی دفتر بند کر دیا اور انہیں یاسر عرفات سمیت تین دن کے اندر اندر اردن سے بوریا بستر سمیٹ لینے کا شاہی حکم نامہ مل گیا۔ یاسر عرفات انتہائی کسمپرسی کے عالم میں اردن سے تیونس منتقل ہو گئے۔ ۱۹۹۱ء میں ان کی سیاسی اور معاشی مشکلات میں اس وقت مزید اضافہ ہوگیا جب عراق کویت تنازعہ (المعروف خلیج جنگ) میں انہوں نے امریکہ کی مخالفت کی۔ سعودی عرب سے ملنے والی امداد کا سلسلہ یک لخت منقطع ہونے سے مسائل اور گمبھیر ہوگئے۔ یاسر عرفات کی پریشانیاں اس وقت دو چند ہوگئیں جب خلیجی جنگ کے خاتمے کے بعد کویت نے ہزاروں فلسطینیوں کو نہ صرف روزگار سے محروم کر دیا بلکہ انہیں کویت سے بھی نکال دیا۔

اور ۱۳ ستمبر ۱۹۹۳ء کو جب یاسر عرفات نے "وہائٹ ہاؤس" میں اسرائیلی وزیراعظم کے ساتھ مل کر معاہدے پر دستخط کیے تو اس کے پیچھے ایک طویل تگ و دو اور موجودہ زمانے میں اپنوں کی جفاکاری بھی اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ یہ معاہدہ اب تاریخ کے صفحات میں "واشنگٹن اکارڈ" کے نام سے محفوظ ہوچکا ہے۔ اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ناروے کے وزیر خارجہ جوہان جورگن ہولسٹ نے خاموش مگر انتہائی موثر' مرکزی اور حیرت انگیز کردار ادا کیا۔ (ان کا انتقال جنوری ۹۴ء میں ہوگیا) "واشنگٹن اکارڈ" کے تحت فلسطینیوں کو جیریکو اور مغربی کنارے کا حصہ' پہلے مرحلے میں' دیا گیا ہے اور یاسر عرفات اس ننھی سی ریاست کے سربراہ ہیں۔ ان کے نقاد ان پر سفاک انداز میں طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یاسر عرفات کو حکومت کاری کے لیے جیریکو اور ویسٹ بینک تو مل گیا مگر انہیں وہاں اتنے بھی اختیار حاصل نہیں جتنے کسی دوسرے ملک میں میونسپل کمیٹی کے سربراہ کو حاصل ہوتے ہیں مگر یاسر عرفات کے پیروکار اور ان کی ہر قدم پر تحسین کرنے والے کہتے ہیں کہ اب ہم اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ فلسطینیوں کا بھی کوئی ملک ہے' ہم اس پر "اپنا" کہہ کر فخر تو

کر سکتے ہیں اور ابھی تو دوسرے کئی مراحل باقی ہیں۔

"واشنگٹن اکارڈ" کی بدولت اردن' مراکش اور تیونس ایسے ممالک اسرائیل سے پرانی عداوتوں کو فراموش کرتے ہوئے سفارتی تعلقات قائم کر چکے ہیں۔ مصر پہلے ہی اسرائیل کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات استوار کر چکا ہے۔ اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو "واشنگٹن اکارڈ" مشرق وسطیٰ میں امن کی راہ ہموار کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اگرچہ "حماس" ایسی مسلح تنظیم اس کے مخالف ہے' مگر اس کے باوجود امن کا راستہ کشادہ سے کشادہ تر ہوتا جا رہا ہے۔ اسی پس منظر میں یاسر عرفات اور رابن کو ۱۹۹۴ء کا نوبل انعام دیا گیا ہے۔ یہ انعام دوسرے اعزازات کے ساتھ ساڑھے نو لاکھ ڈالر کی خطیر رقم پر بھی مشتمل ہے' جسے دونوں افراد میں تقسیم کیا جائے گا۔ مگر زر پرست اور سازش اور سازش پسند یہودیوں کو یہ ناگوار گزر رہا ہے۔ اعلان کے دوسرے روز ہی' بارہ اکتوبر کو امریکہ کے بڑے شہروں سے شائع ہونے والے تمام اخبارات میں یاسر عرفات کے خلاف مضامین شائع کیے گئے۔

مثلاً "نیو یارک پوسٹ" نے نیو یارک میں آباد دولت مند یہودیوں کے تاثرات کو شائع کیا۔ بروکلین میں یہودیوں کے ممتاز ادارے "جیوز اسمبلی" کے رکن ڈوھلنڈ نے کہا:

"میں تو خبر سن کر ہی سناٹے میں آگیا کہ عرفات کو نوبل انعام دیا گیا ہے۔ مجھے اس خبر نے چند لمحوں کے لیے پاگل بنا دیا"۔ اس نے مزید کہا کہ یاسر عرفات ہمیشہ دہشت گرد رہا ہے اور ہمیشہ دہشت گرد ہی رہے گا۔ اسے دی جانے والی نئی ذمہ داریاں اس کی جبلت تبدیل نہیں کر سکتیں۔ یاسر عرفات کو نوبل انعام سے نوازنا' دراصل دنیا میں دہشت گردی کو فروغ دینے کے مترادف ہے۔ یہ تو بڑی آسان بات ہوئی کہ ساری عمر تم لوگوں کا خون بہاتے رہو اور آخر میں امن کے انعام کا تمغہ سینے پر سجا لیا جائے"۔ نیو یارک میں کراؤن ہائٹس کا علاقہ ثروت مند' سماجی اور سیاسی اعتبار سے انتہائی طاقتور یہودیوں کے علاقے کی حیثیت میں شہرت رکھتا ہے۔ بارہ اکتوبر کو اسی علاقے میں ایک زبردست جلسہ منعقد ہوا' جس سے یہودیوں کے چیف ربی شموئل بیوٹ مین نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ایک قاتل کو نوبل انعام دینا نوبل انعام کی توہین ہے۔ یہ انعام امن کے لیے مختص ہے نہ کہ غارت گری کے لیے"۔ اسی جلسے میں نیویارک کے سابق میئر مسٹر کاچ (جو خود بھی یہودی ہے) نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یاسر عرفات کو نوبل انعام دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہو سکتا ہے' وہ سدھر جائے۔

"نیو یارک پوسٹ" کا اداریہ بعنوان "عرفات' میں آف پیس؟" سب سے زیادہ دل آزار تھا۔ اس طویل اداریے میں ایک پیراگراف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"ایسا بھی نہیں ہے کہ نوبل انعام ہر مرتبہ غیر مستحق لوگوں کو ہی دیا جاتا ہے۔ مدر ٹریسا' لیچ ویلیا' ایلی ولسمل اور آندرے سخاروف ایسے لوگ بجائے خود نوبل پرائز کے لیے فخر ہیں مگر اچانک اب یاسر عرفات کو نوبل انعام سے نواز دینے سے نوبل انعام کمیٹی کی اہلیت مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ عرفات وہ شخص ہے جس کے دامن سے ابھی تک دہشت گردی کے زمانے کی خون آلود گرد صاف نہیں ہو سکی ہے۔ یاسر عرفات اس وقت دنیا کی سب سے چھوٹی مملکت کا سب سے بڑا پولیس مین ہے اور اس کی مملکت پولیس سٹیٹ کہلوائے جانے کی حقدار ہے۔ کیا یہ شرمناک امر نہیں ہے کہ اس نے امریکی وزیر خارجہ وارن کرسٹوفر اور اسرائیلی وزیراعظم کی درخواستوں کے باوجود اپنے زیر انتظام متعدد دہشت گردی کی وارداتوں' جس میں یہودی قتل کر دیے گئے' میں ملوث افراد کی مذمت نہیں کی ہے؟ تیرہ ماہ قبل جب عرفات اور رابن نے وہائٹ ہاؤس میں امن کی دستاویزات پر دستخط ثبت کیے اور مصافحہ کیا' اس وقت سے لے کر اب تک عرفات کے زیر انتظام علاقے میں ۷۲ یہودی قتل کیے جا چکے ہیں۔ عرفات قتل و غارت گری کی ان بہیمانہ وارداتوں کا ذمہ دار "انتفادہ" اور "حماس" کو ٹھہراتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ ان دہشت پسند تنظیموں کو لگام نہیں ڈال سکتا تو جیریکو اور مغربی کنارے سے یہودیوں کو بے گھر کیوں کیا گیا؟ اب اسی یاسر عرفات کو نوبل انعام دیا جانا' دراصل الفریڈ نوبل کی روح کو بے حرمت کرنے کے مترادف ہے"۔

جو کسر رہ گئی تھی' وہ لندن سے شائع ہونے والے "فنانشل ٹائمز" نے یہ کہہ کر پوری کر دی کہ یاسر عرفات کو نوبل انعام دینا دوسرے "ہولو کاسٹ" (جنگ عظیم دوم میں ہٹلر کے حکم پر یہودیوں کا قتل عام" کے برابر ہے۔ "فنانشل ٹائمز" نے اپنے مذکورہ اداریے بعنوان "پرائز فائٹرز" کے آخر میں خجالت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سمجھ نہیں آتا' لوگ آخر نوبل انعام کو اتنی اہمیت دیتے ہی کیوں ہیں؟"

اسے مغربی میڈیا اور مغربی و امریکی سیاست دانوں کی خوش نصیبی کہئے (تاکہ وہ عالم اسلام اور یاسر عرفات کے خلاف مزید دریدہ دہنی کا مظاہرہ کر سکیں) یا عرفات کی بدقسمتی کہ جس روز انہیں نوبل انعام دینے کا اعلان کیا گیا' اسی روز "حماس" نے ایک انیس سالہ اسرائیلی سپاہی ناشون ویکس مین کو اغوا کر لیا اور وزیراعظم رابن سے مطالبہ کیا کہ

"حماس" کے دو سو افراد کو اسرائیلی جیلوں سے رہا کر دیا جائے ورنہ ناشون کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس خبر کو امریکی اخبارات اور ٹی وی کے تمام چینلوں نے نمایاں کر کے شائع اور نشر کی اور ساتھ ساتھ امریکی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے تمام ادارے یہ سوال کرنا نہ بھولے کہ کیا اس شخص کو نوبل انعام دیا جانا چاہیے' جس کی ناک کے عین نیچے "حماس" ایسی تنظیمیں پروان چڑھ رہی ہوں؟ بعد ازاں "حماس" نے جب ویڈیو فلم میں ناشون ویکس مین کا پیغام (جس میں کہا گیا تھا کہ مجھے یہ لوگ قتل کر دیں گے' اگر رابن نے ان کے آدمی رہا نہ کیے) ریکارڈ کر کے اسرائیل بھجوایا تو اسے بھی عرفات کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ پندرہ اکتوبر کو جب اسرائیلی کمانڈوز نے "حماس" کے ایک خفیہ ٹھکانے پر جہاں ناشون کو رکھا گیا تھا' شبخون مار کر اپنے فوجی کو رہا کرانے کی کوشش کی تو "حماس" کے افراد نے ناشون کو قتل کر دیا۔ اگرچہ اس حملے میں اغواء کنندگان بھی مارے گئے مگر مغرب والوں نے مقتول ناشون کا ماتم کرتے ہوئے یاسر عرفات کو مطعون کرتے ہوئے کہا کہ ناشون کو زندہ سلامت رہا کرانے کی ذمہ داری عرفات کی تھی۔ یاسر عرفات بے چارے نے ناشون کو رہا کرانے کے لیے مغربی کنارے کے اپنے زیر انتظام علاقے سے دو سو کے قریب "حماس" کے افراد کو زیر حراست لے کر پرسش کر رہے تھے کہ یہ حادثہ ہوگیا۔

امریکہ میں یاسر عرفات کو نوبل انعام دیے جانے کی سب سے زیادہ مخالفت کانگرس مین انتھونی لیوائس نے کی ہے۔ موصوف نے اندھی مخالفت میں عرفات کے لیے جو الفاظ کہے' اس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ ان کا اخلاقی دیوالیہ ہوچکا ہے۔ انتھونی نے نیویارک کے یہودیوں کے علاقے کراؤن ہائٹس میں ناشون کے لیے ترتیب دیئے جانے والے ایک ماتمی جلوس میں یاسر عرفات کے لتے لینے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو "نیو یارک ٹائمز" میں ایک طویل آرٹیکل لکھا جس میں کہا گیا تھا:

"اسرائیلی وزیراعظم رابن کو چاہیے کہ "حماس" کا قلع قمع کرنے کے لیے جیریکو اور مغربی پٹی پر پوری طاقت سے حملہ کرتا تاکہ ناشون کو نہ صرف رہا کرا لیا جاتا بلکہ آئندہ کے لیے بھی فلسطینی دہشت گردی کو سبق مل جاتا۔ رابن نے خاموشی اختیار کر کے ثابت کر دیا ہے کہ اس نے فلسطین پر عرفات کی اتھارٹی تسلیم کر لی ہے"۔ دوسرے معنوں میں کانگرس مین انتھونی لیوائس اسرائیل کو یہ شہ دے رہا ہے کہ وہ فلسطینیوں کو وہی مناظر دکھائے جو چشم فلک نے صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں دیکھے۔

امریکہ میں آباد یہودیوں کی دوسری سب سے بڑی تنظیم "زیڈ او اے" (زاؤنسٹ

آرگنائزیشن آف امریکہ" کے صدر مارٹن کلین نے یاسر عرفات کے خلاف نوبل انعام کمیٹی کو ایک خط لکھا ہے۔ اس خط کو نیویارک کے ٹی وی چینل پر پڑھ کر سنایا گیا۔ مارٹن نے لکھا:

"نوبل انعام کمیٹی کی طرف سے یاسر عرفات کو امن کا انعام دینے پر میں اپنی یہودی کیونٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے احتجاج کرتا ہوں۔ آپ نے عرفات کو نوبل انعام دے کر دراصل ماضی کے ان غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک افراد کی توہین کی ہے' جنہوں نے نوبل انعام حاصل کیا"۔ اس کے بالمقابل نیویارک' نیو جرسی اور کنٹکی میں آباد عرب مسلمانوں کے صدر محمد غازی خنکان سے راقم الحروف نے فون پر یاسر عرفات اور رابن کو نوبل انعام دیئے جانے کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے کہا:

"یاسر عرفات اس انعام کے واقعی مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنے وطن کو پنجہ یہود سے آزاد کرانے کے لیے انتھک محنت اور تگ و دو کی ہے۔ ان کے مقابلے میں اسرائیلی وزیراعظم رابن کو نوبل انعام نہیں ملنا چاہیے تھا کیونکہ انہوں نے تو فلسطین کو مسلمانوں سے ہتھیایا تھا اور اب بھی صرف جریکو اور غزہ کی مختصر سی پٹی واپس کی ہے"۔ خنکان نے پھر کہا:

"اگر کوئی ڈاکو آپ کے گھر پر قبضہ کرے اور آپ کی ہر چیز چھین لے اور پھر مدت دراز کے بعد آپ کو گھر کے گیراج میں رہنے کی اجازت دے دے تو کیا آپ دونوں امن پسند ہوں گے؟"

دس دسمبر ۱۹۹۴ء کو اوسلو میں یاسر عرفات اور رابن امن کا نوبل انعام وصول کریں گے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' یکم نومبر ۱۹۹۴ء)

نوبل پرائز کتنا نوبل ہے؟ اس عنوان سے جناب ڈاکٹر انوار الحق لکھتے ہیں۔

"اخباری اطلاعات کے مطابق اس مرتبہ کا نوبل امن ایوارڈ تین شخصیات کو دیا گیا ہے۔ ان تینوں کا تعلق مشرق وسطیٰ سے ہے۔ یہ شخصیات یاسر عرفات صدر تنظیم آزادی فلسطین' اسحاق رابن اور شمعون پیریز ہیں۔ ان آخری دو میں اول الذکر' نام نہاد اسرائیل کے وزیر اعظم اور موخر الذکر وزیر خارجہ ہیں۔

اس مرتبہ کے نوبل امن ایوارڈ نے ماضی کے نوبل پرائز کی یاد تازہ کر

دی۔ جب مصری صدر انوارالسادات اور نام نہاد اسرائیلی وزیراعظم مناہم بیگن کو مشترکہ نوبل پرائز برائے امن دیا گیا تھا۔ اس مرتبہ کے نوبل پرائز برائے امن پر احتجاج کرتے ہوئے نوبل پرائز کی کمیٹی کے ایک اہم رکن جناب کوسٹیاسن نے استعفی دے دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ چونکہ یاسر عرفات صاحب دہشت گرد رہے ہیں' لہٰذا وہ اس نوبل ایوارڈ کے مستحق نہیں ہوسکتے۔

آیئے اس موقع پر جائزہ لیں کہ ان پانچوں نوبل پرائز یافتہ افراد کے وہ کون سے کارہائے نمایاں رہے ہیں جنھوں نے انہیں نوبل پرائز کا مستحق بنا دیا۔ یاد رہے کہ 21 اکتوبر 1833ء کو اسٹاک ہوم میں پیدا ہونے والے نوبل الفرڈ برن ہارڈ نے نوبل پرائز کی بنیاد رکھی تھی۔ نوبل پرائز برائے امن کا فیصلہ ایک کمیٹی کرتی ہے جس کو ناروے کی پارلیمنٹ نامزد کرتی ہے۔

نام نہاد اسرائیلی ریاست کے تین اہم عہدیدار زمانہ حال میں نوبل پرائز برائے امن حاصل کرچکے ہیں۔ اس سے اگر کوئی یہ توقع رکھے کہ نام نہاد اسرائیل نے قیام امن اور انسانیت کے لئے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام نہ دیئے ہوں گے تو آپ ایسے شخص کو مطعون نہیں کرسکتے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ نام نہاد اسرائیل پچھلے 47 سالوں سے فلسطینیوں' لبنانیوں' شامیوں اور دیگر اقوام کے ساتھ کیا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ نام نہاد اسرائیلی ریاست کے قیام سے بھی قبل دہشت گردی' بین الاقوامی صیہونی تحریک کا بنیادی جز رہی ہے۔ اس دہشت گردی کا نشانہ بننے والے خاص طور پر مقامی فلسطینی مسلمان تھے۔ بسا اوقات اس زمانے کے برطانوی باشندے بھی اس تحریک کے ہاتھوں روندے گئے۔

نوبل پرائز برائے امن حاصل کرنے والے مناہم بیگن ایک صیہونی تھے جو پولینڈ کی آرمی میں ملازم تھے۔ یہ پولش' آرمی آفیسر1943ء میں روس سے ہوتے ہوئے فلسطین پہنچا۔ اس غیر ملکی آرمی آفیسر نے ایک دہشت گرد تنظیم "ارگن" کی قیادت کی۔ اس تنظیم میں دو ہزار دہشت گرد شامل تھے۔ اس تنظیم نے دو مزید صیہونی دہشت گرد تنظیموں "ہگنا" اور "اسٹرن گینگ" کے ساتھ مل کر ارض فلسطین میں فلسطینیوں کا رہنا اور جینا دوبھر کر دیا۔ آئے روز فلسطینی مسلمانوں کو قتل' ان کی املاک کو آگ لگا دینا اور دیگر بے شمار بہیمانہ وارداتیں کرنا ان کا وطیرہ تھا۔ مناہم

بگن کی تنظیم نے 1946ء میں بیت المقدس میں شاہ داؤد نامی ہوٹل میں بم کا دھماکہ کر کے 91 انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مرنے والوں میں کئی برطانوی سپاہی بھی شامل تھے۔ بگن کی تنظیم نے ایک مسلمان گاؤں کے بچوں اور عورتوں کو اس وقت ہلاک کر دیا جب سب مرد کام پر گئے ہوئے تھے۔

اپنی ان دہشت گرد حرکات کی وجہ سے بگن' برطانوی پولیس کو زندہ یا مردہ مطلوب تھا۔ اس کی گرفتاری کے لئے بھاری انعامات رکھے گئے تھے لیکن دہشت گردوں کا یہ سردار آگے جا کر ناجائز اسرائیلی ریاست کا وزیراعظم منتخب ہوا اور اب حکومتی وسائل اور فوج کی تمام تر مشینری کے ساتھ دہشت گردی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے اور اس کی سفاکانہ سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔

جس طرح بگن کا دامن انسانی خون کے چھینٹوں سے بھرا ہوا تھا' کم و بیش یہی حال دیگر دو اسرائیلی نوبل پرائز یافتہ "امن کے علمبرداروں" کا بھی ہے۔ کون ہے جو شتیلہ اور صابرہ کیمپ میں فلسطینی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کا قتل عام بھلا سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ تمام قتل عام اہل ملیشیاء کے ہاتھوں کروایا گیا لیکن اس قتل عام میں براہ راست معاونت اسرائیل نے کی۔ اسرائیل نے قاتلوں کے لئے مخصوص روشنی کے گولے پھینکے تاکہ سفاک قاتل رات کی تاریکی میں اپنا کام جاری رکھیں۔ قاتلوں کو اشیائے خورد و نوش فراہم کیں۔ مسجد ابراہیمی واقع الخلیل میں قتل عام تو کل کی بات ہے لیکن ان تمام واقعات کے باوجود اور اس حقیقت کے باوجود کہ اسرائیلی قاتلوں کو کبھی کوئی سزا نہ ملی' اسرائیلی عہدیداروں کو نوبل پرائز برائے امن دیا گیا ہے اور اس کھلم کھلا منافقت پر کسی بھی نام نہاد تہذیب یافتہ مغربی ملک نے ذرہ برابر احتجاج نہیں کیا۔

جہاں تک انوار السادات اور یاسر عرفات کے نوبل پرائز برائے امن میں حصہ دار بننے کا تعلق ہے تو یہ محض اسرائیلی لیڈروں کے گھناؤنے ماضی اور حال پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے پھر انوارالسادات اور یاسر عرفات صاحبان نے اسرائیلی منصوبوں پر دستخط کر کے اور سر تسلیم خم کر کے یہ انعام حاصل کیا ہے۔

نوبل پرائز برائے امن کی طرح دیگر نوبل پرائز میں بھی خوب ڈنڈی ماری جاتی ہے۔ آج سے کچھ سال قبل ایک ایسے یہودی مصنف کو نوبل پرائز برائے

امن دیا گیا تھا جس نے سویڈن میں ایک یہودی قبیلے کے ساتھ ماضی میں ہونے والی زیادتیوں کا احوال لکھا تھا۔ اس کتاب میں کتنا سچ تھا اور کتنا جھوٹ' اللہ بہتر جانتا ہے لیکن موصوف کی یہ واحد قابل ذکر تصنیف تھی۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ شخص انعام لے جائے گا۔ اس سال ایک خاتون ادیب کا نام تجویز کیا جا رہا تھا۔ نوبل پرائز برائے ادب کمیٹی سے جب اس دھاندلی کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کا جواب تھا کہ ترکی کے ادیب کو ساری دنیا جانتی ہے لیکن اس یہودی ادیب سے کوئی واقف نہیں' لہٰذا اس کے "کارنامے" کو اجاگر کرنے کے لئے اسے انعام دیا گیا ہے..... کیا خوب منطق ہے۔

نوبل پرائز کی طرح انگریزوں کا خطاب "سر" بھی ہے۔ نوبل پرائز کی طرح سر کا خطاب بھی بعض واقعی مستحق لوگوں کو دیا جاتا ہے جس سے اس خطاب کی ساکھ قائم ہو جاتی ہے۔ اس کی آڑ میں برطانوی حکومت اپنے زر خرید ایجنٹوں کو "سر" کے خطاب سے نوازتی رہی ہے۔ بہت سے بے ضمیر اور لالچی افراد ان خطابات کے لالچ میں اور ان کے ساتھ ملنے والی رقومات کے عوض اپنی قوم کے خلاف غداری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ برصغیر میں بعض بڑے بڑے جاگیردار اسی غداری کے عوض وجود میں آئے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف ان منافقوں کی سازشوں نے جہاں ایک طرف انگریز حکومت کو پنجے گاڑنے میں مدد دی' وہاں دوسری طرف آج تک پاکستانی معاشرے کو بے شمار مسائل اور دکھ دیئے۔ "سر" شاہنواز بھٹو کو سر کا خطاب ان کی ان "گرانقدر" خدمات کے عوض دیا گیا جو انہوں نے انگریز سرکار کو اس کے خلاف نبرد آزما حر مجاہدین کی فہرستیں فراہم کرکے دیں۔ سر سید کو "سر" کا خطاب اس لئے ملا کہ انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی میں بقول شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی' انگریزی زبان اور معاشرت کی تعلیم تو ضرور دی لیکن اسلامی روح کی نشوونما کے لئے کوئی خاطر خواہ کام نہ کیا۔ اس عمل کے بھیانک نتائج پاکستان کی بیوروکریسی میں دیکھے گئے اور دیکھے جا رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے "سر" کا خطاب واپس کر دیا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو کئی مرتبہ سر کا خطاب دینے کی پیش کش کی گئی لیکن قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اسے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اس ضمن میں

قائداعظمؒ کی اہلیہ کا بیان بھی قابل ذکر ہے جب انہوں نے کہا تھا کہ "اگر قائداعظمؒ نے یہ خطاب قبول کیا تو میں طلاق لے لوں گی۔" اہل ایمان تو ان مغربی خطابات اور انعامات کو پر کاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتے۔

دوسری طرف اسلامی دنیا کے سب سے زیادہ قابل اعتبار ایوارڈ "کنگ فیصل ایوارڈ" کو مغربی پریس اور بدقسمتی سے خود بعض مسلم ممالک کے پریس وہ اہمیت نہیں دیتے جو دینی چاہیے تھی۔ یہ ذہنی غلامی' احساس کمتری اور مسلم ممالک کے اخبارات و جرائد میں اسلام سے بے بہرہ افراد کی وجہ سے ہے۔ ہمیں اپنی اس کمزوری کا تدارک کرنا چاہیے۔ نوبل پرائز کتنا نوبل ہے' اس کا اندازہ آپ نے لگا لیا ہوگا۔ "سر" اور "آسکر" ایوارڈز کی طرح یہ بھی صیہونی پروپیگنڈے کا جزو ہے۔ پروپیگنڈے اور باتوں کے ان گورکھ دھندوں کی ایک اور مثال اقوام متحدہ ہے۔ مسلم امہ کو ان سب کی حقیقت سے واقفیت ضروری ہے۔"

(پندرہ روزہ بیت المقدس' اسلام آباد' شمارہ (20'21) 15 ستمبر 1994ء)

روسی ایوارڈ

"اخباری اطلاعات کے مطابق معروف قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کو گولڈ الومزوف ایوارڈ برائے ۱۹۸۳ء دیا گیا۔ یہ ایوارڈ روس کی سائنس اکیڈمی کی طرف سے ان کے کارہائے نمایاں کے طور پر دیا گیا۔ یاد رہے کہ روس ایک ملحد ملک ہے' جس کی اساس لامذہبیت پر ہے۔ ان کے ہاں دین و مذہب کا ہلکا سا تصور بھی مفقود ہے۔ روس نے کبھی کسی دین سے وابستہ یا مذہبی جماعت سے منسلک شخصیت کو کبھی بھی اپنے کسی ایوارڈ یا انعام سے نہیں نوازا۔ ویسے بھی یہ ایوارڈ اپنے مخصوص مفادات کو پیش نظر رکھ کر دیئے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز دینے کا بھی ایک پس منظر ہے۔ مایہ ناز پاکستانی سائنس ڈاکٹر عبدالقدیر نے ان کے حاصل کردہ نوبل انعام کی ساری قلعی کھول دی ہے کہ جناب عبدالسلام ۱۹۵۷ء سے اس کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ بالآخر وہ یہودیوں کی نظر انتخاب میں آ گئے۔ نوبل پرائز کے بارے میں جناب فیض احمد فیض کا انکشاف قابل توجہ ہے۔

"نوبل پرائز ایک بہت بڑا ریکٹ ہے۔ یہ صرف کارکردگی کی بنیاد پر نہیں بلکہ

سیاسی مصلحتوں یا سفارشوں اور رشوتوں کی بنیاد پر دیا جاتا ہے اور اس میں یہودی لابی کا بھی بہت دخل ہے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' ۶ مارچ ۱۹۸۴ء)

لیکن ڈاکٹر عبدالسلام کے لیے روسی ایوارڈ کی سرفرازی باعث حیرت ہے کیونکہ ڈاکٹر موصوف جماعت احمدیہ سے جذباتی حد تک ذہنی و قلبی لگاؤ رکھتے ہیں۔ جو صرف مذہبی جماعت ہونے کی دعویدار ہے' مرزائی جرائد انہیں مرزائی امت کا عظیم فرد قرار دیتے ہیں اور بقول شخصے ڈاکٹر مذکور اپنے آپ کو پہلے مرزائی اور پھر پاکستانی کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ایک دینی جماعت سے علی الاعلان تعلق رکھنے والا شخص روسی ایوارڈ کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہاں یہ امر بھی باعث حیرت ہے کہ ایک شخص بیک وقت روسی و یہودی ایوارڈ حاصل کر رہا ہے۔ دراصل یہ روسی ایوارڈ روسی ذرہ نوازی' خیرسگالی' تجدید عہد اور جماعت کی نئی حکمت عملی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ ان واقعات اور حقائق کی روشنی میں اب یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ قادیانیوں کی روس کے ساتھ بڑھتی ہوئی دلچسپی اور سرگرمیوں کا ایک پس منظر ہے۔ اس پس منظر کی کئی سیاسی وجوہات ہیں' جن سے پردہ اٹھانا ہم اپنا قومی و ملی فریضہ سمجھتے ہیں۔

(اداریہ ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد)

گزشتہ دنوں رسوائے زمانہ قادیانی صنعت کار نصیر اے شیخ نے لاہور میں اپنی رہائش گاہ پر پاکستان میں تعینات روسی سفیر کے اعزاز میں ایک پرتکلف عشائیہ دیا' جس میں ملک کی اہم شخصیات کو مدعو کیا گیا۔ دعوت کے بعد نصیر اے شیخ اور روسی سفیر کی ایک اہم اور خفیہ میٹنگ ہوئی۔ علاوہ ازیں اسلام آباد میں ایک قادیانی پروفیسر جمیل جو حکیم نور الدین کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہے' اسلام آباد یونیورسٹی (جو آج کل قادیانیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے) میں روسی لٹریچر تقسیم کرتا ہوا پکڑا گیا"۔

ڈاکٹر عبدالسلام کے لیے سر کا خطاب

"ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو "ملکہ برطانیہ" کی طرف سے سر کا خطاب دیا گیا۔ موجودہ ملکہ برطانیہ کی دادی ملکہ وکٹوریہ نے ڈاکٹر عبدالسلام کے پیر و مرشد کو "نبی" کے لفظ سے سرفراز فرمایا تھا تو اب پوتی نے مرزا قادیانی کے پیروکار کو "سر" کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ اب خبر ملاحظہ فرمایئے:

"نوبل انعام یافتہ ممتاز پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کو جو امپیریل کالج لندن تھیوریٹیکل فزکس کے پروفیسر بھی ہیں' ان کی اسی سائنس و ماحولیاتی خدمات پر "سر" کا خطاب دیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام اٹلی کے مقام ٹرسٹ میں قائم انٹرنیشنل سینٹر برائے تھیوریٹیکل فزکس کے سربراہ ہیں۔ انہیں یہ اعزاز نائٹ ہیڈ برطانوی وزارت ماحولیات کی سفارش پر دیا گیا ہے"۔

صیہونیت و عیسائیت کو ایسے مہروں کی ہر زمانے میں ضرورت رہی ہے جو مسلمانوں میں رہ کر اور مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر عبداللہ ابن ابی' عبداللہ ابن سبا کا کردار ادا کرتے رہیں اور میر جعفر اور میر صادق کی طرح جاگیریں' حکومتیں اور خطابات سے نوازے جاتے رہیں۔

ڈاکٹر عبدالسلام کا کردار پاکستان اور ملت اسلامیہ سے متعلق کوئی مخفی نہیں اور نہ ہی یہ خطاب کسی قابلیت اور محنت کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ بلکہ برطانیہ نے ہر اس شخص کو "سر" کا خطاب دیا' جس نے اس کے مفادات کے تحفظ کے لیے قربانیاں دیں---- عالم اسلام کو ان خطابات سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے"۔

(اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی)

"اسرائیل کی تعمیر میں قادیانیوں کا حصہ"

اس عنوان سے محترم شاہد تسنیم ایم۔ اے لکھتے ہیں:

"برطانوی سامراج کے خودکاشتہ پودے "قادیانیت" نے اسرائیل کی تعمیر و تشکیل میں جو حصہ لیا' یہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ قادیانی تحریک "عین" اس زمانہ میں شروع ہوئی' جبکہ صیہونی تحریک کا آغاز ہوا۔ صیہونی تحریک انیسویں صدی کے اوائل میں جاری تھی۔ ۱۸۷۰ء میں اس نے برگ و بار پیدا کیے اور ۱۸۹۵ء میں ایک یہودی صحافی تھیوڈر ہرازل نے علیحدہ یہودی سٹیٹ کا خاکہ پیش کیا۔ (The Idea of jewisnstste by benhalpem) ہرازل نے بیسل (سوئٹزر لینڈ) میں یہودیوں کی ایک عالمی کانفرنس بلائی اور یہودی سٹیٹ کے لیے باقاعدہ پروگرام مرتب کیا۔

یہودیوں نے سامراجی طاقتوں سے گٹھ جوڑ کر کے دنیا کے ان تمام ممالک میں صیہونی تحریک کی داغ بیل ڈالی' جو برطانوی نوآبادیات تھیں۔ ہندوستان میں اس تحریک نے قادیانیت کے روپ میں جلوہ نمائی کی۔ مصر کے مشہور علمائے کرام عباس محمود القاد' الشیخ محمد

ابوزہرہ' الشیخ محب الدین **الخطیب** اور الشیخ محمد المدنی نے قادیانیت کے اسلام دشمن بین الاقوامی کردار پر طویل تحقیق کے بعد پردہ اٹھایا ہے۔ قادیانیوں کی سامراج نوازی' جاسوسی اور استعمار پسندی کے سیاہ کارناموں نے اس تحریک کے حقیقی خدوخال کی وضاحت کر دی ہے۔ قادیانیت کے دو بڑے بڑے رخ ہیں۔ ایک سیاسی اور دوسرا دینی۔ سیاسی سطح پر قادیانیت استعمار کی ایک ذیلی تنظیم ہے اور دینی طور پر یہ جدید یہودیت ہے۔ مراکش کے مشہور ریسرچ سکالر ڈاکٹر عبدالکریم غلاب نے یہودی سازشوں پر تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قادیانیوں کے عقائد اٹھارہویں صدی کے ان یہودی مستشرقین کی پیداوار ہیں' جنہوں نے جہاد کو حرام قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا"۔

(ہفت روزہ "چٹان" لاہور' ۹ فروری ۱۹۷۰ء)

علامہ اقبالؒ نے بھی قادیانیت کے بارے میں لکھا تھا:

"میرے نزدیک بہائیت' قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے جبکہ موخر الذکر اسلام کی چند اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں۔ اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے"۔

("حرف اقبال" از لطیف احمد شیرانی' ص۱۱۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ہندوستان میں برطانوی صیہونیت پسندوں کی تحریک اینگلو اسرائیلزم کو کامیاب بنانے میں مدد دی۔ اس نے عیسیٰؑ ابن مریم کی آمد ثانی کے اسلامی نظریے کی جگہ **مثیل** مسیح اور ایک ایسے موعود مسیح کا تصور پیش کیا' جو یہودیت کا خاصہ رہا ہے۔ تاریخ میں ہمیں ایسے بہت سے یہودی کاہن ملتے ہیں جنہوں نے مسیح کا روپ دھار کر اسلام کے خلاف تحریکیں چلائیں اور مسلمانوں کی سلطنتوں کو پارہ پارہ کرنے میں حصہ لیا۔ اینگلو اسرائیلزم صیہونیوں کی ایک ایسی ہی عالمی تحریک تھی۔

(برٹش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ برٹش اسرائیلزم)

اینگلو اسرائیلیوں نے یہودی قوم پرستی کی تحریک کو مسیح موعود کا روپ دھار کر

آگے بڑھایا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اسرائیل کے دس قبائل ۷۲۱ ق م میں اور دیگر قبائل ۵۸۶ ق م میں جلا وطن ہوئے اور دنیا کی بیشتر اقوام ان کی نسل سے ہیں۔

(انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس زیر لفظ اینگلو اسرائیلزم)

یہودی مصنفوں نے بنی اسرائیلی نظریے کی بڑھ چڑھ کر تشہیر کی اور یہود کی جلاوطنی اور مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر اسرائیل کے قیام کے پروگرام کو تقویت پہنچائی۔

ہندوستان میں اس سیاسی پروپیگنڈے کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ہوا دی۔ اس نے بڑی فنکاری سے قبر مسیح کا مفروضہ گھڑا۔ اس سے اس نے دوہرا کام لیا۔ ایک تو اسے اپنے دعویٰ مسیحیت موعودہ کے لیے خام مواد کے طور پر استعمال کیا۔ دوسرے صیہونی پروپیگنڈے کو ہوا دی۔ قادیانیوں نے قبر مسیح کے ثبوت کے لیے اس پہلو کو خوب اجاگر کیا۔ اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئیں اور عالمی سطح پر اس کی تشہیر کرائی گئی۔ رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" نے اس سلسلے میں خوب کام کیا۔

اسرائیل کے قیام میں قادیانیت نے دوسری خدمت یہ انجام دی کہ امریکہ کے صیہونیت نواز مدعی الیاس ثانی کے امریکہ کے علاقہ مشی گن میں یہودی شہر صیہون کے منصوبے کے خلاف پروپیگنڈا کر کے امریکہ میں صیہونی شہر کی جگہ فلسطین میں اس کے قیام میں مدد دی۔ (مرزا قادیانی کی کتاب "حقیقتہ الوحی" ملاحظہ ہو)

مرزا قادیانی نے اپنے تمام عرصہ ماموریت میں کبھی بھی یہودیت کے خلاف اس طرح محاذ قائم نہیں کیا' جس طرح بزعم خود' کسر صلیب کرتے رہے۔ ان کی پالیسی کا اصل رخ یہ تھا کہ اسلام کی حقیقی مخالف قوت عیسائیت کو قرار دیا جائے اور مسلمان اپنی تمام تر توجہ اسی طرف مبذول رکھیں اور یہودیت اور اسلام دشمن تحریک صیہونیت کی طرف توجہ مبذول نہ کریں۔ دوسری بات یہ تھی کہ مرزا قادیانی نے عیسائیت کو خوب جھاڑا لیکن انگریز کے خلاف ایک لفظ تک نہ کہا۔ ایک گھٹیا درجہ کے انگریز کی مرزا صاحب کی نظر میں بڑی عزت تھی لیکن حضرت عیسیٰؑ کے لیے اس نے جو زبان اختیار کی ہے' وہ سب پر عیاں ہے۔

(دیکھئے "انجام آتھم" (ضمیمہ) از مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد حکیم نور الدین نے مرزا صاحب کی پالیسی کو آگے بڑھایا اور برطانوی سامراج کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ ان کے بعد قادیانی خلافت کی باگ ڈور مرزا بشیر الدین محمود نے سنبھال لی۔ اس کے آمرانہ دور میں اسرائیل کے قیام میں بڑی خدمت انجام دی گئی۔ اس نے بین الاقوامی سطح پر سامراج کی بے پناہ اعانت کی۔ تحت

خلافت سنبھالنے کے بعد اس نے اسلامی ممالک کے لیے ایک عربی ٹریکٹ تصنیف کیا' ("تحریک احمدیت" جلد پنجم' از دوست محمد شاہد) جس میں مرزا قادیانی کے الہام "رومی سلطنت بیرونی دشمنوں سے مغلوب ہو جائے گی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر غلبہ پائے گی" کی تشریح میں ترکی سلطنت کی تباہی اور برطانوی سامراج کی کامیابی کا وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یہودیوں نے سامراجی طاقتوں سے مکمل گٹھ جوڑ کر لیا تھا۔ سامراج' نہر سویز پر اس کی اقتصادی اہمیت کے پیش نظر قبضہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ دوسرے تیل کی بہتات والے علاقوں پر قبضہ سے سامراج کو معاشی فائدے حاصل ہوتے تھے۔ سامراج کا مقصد اسرائیل کو ایک فوجی اڈے کے طور پر استعمال کرنا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ ترکی سلطنت کا شیراہ بکھیرا جائے۔ (Israel by D. R. Eleston)

اس سامراجی منصوبے کی تکمیل میں قادیانیوں نے صیہونی یہود کا بھرپور ساتھ دیا۔

بالفور ڈیکلریشن کے بعد قادیانیوں نے صیہونیوں کی زبردست مدد کی۔ انگلستان میں قادیانی مبلغ لکھتا ہے:

"بیت المقدس کے داخلہ پر اس ملک (انگلستان) میں بڑی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں نے یہاں کے اخبار میں اس پر ایک آرٹیکل دیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدہ کی زمین ہے جو یہود کو عطا کی گئی تھی مگر نبیوں کے انکار اور بالاخر مسیح کی عداوت نے ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا..... بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں کے اخبار میں شائع ہوا ہے' اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس کے متعلق وزیراعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں"۔ (روزنامہ "الفضل" قادیان' ۱۹ مارچ ۱۹۱۸ء)

۱۹۲۴ء میں لندن میں ایک مذہبی کانفرنس ویمبلے کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مرزا محمود نے شمولیت کے لیے تیاری شروع کی۔ اصل مقصد یہ تھا کہ عرب ممالک میں قادیانیت کے مستقبل کے کردار کا جائزہ لیا جائے۔ دمشق میں قیام کے دوران اس سے سوال کیا گیا:

س: الخلافۃ الاسلام کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: میں کسی کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا۔ وہ خلیفہ اسلامی جس کی اتباع تمام ترکی اور مغربی دنیا پر فرض ہے' وہ میں ہوں۔ ("فضل عمر کے زریں کارنامے" از ظفر اسلام

قادیانی' ص۱۴۳' فیض اللہ پریس قادیان)

قادیانیوں نے عرب ممالک خصوصاً ترکی کے خلاف سیاسی پروپیگنڈا کے علاوہ فوجی طالع آزماؤں کی بھی پشت پناہی کی۔ اس لیے کہ سلطان ترکی کسی قیمت پر یہود کو فلسطین میں زمین دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ مرزا محمود نے اپنے ایک خطبہ میں تسلیم کیا کہ کرد لیڈر سعد پاشا' جس نے مصطفیٰ کمال کے زمانہ میں بغاوت کی' قادیانی تھا اور اس کا کورٹ مارشل ہوا اور اس کا بیان ترکی اخبارات میں شائع ہوا اور وہاں سے مصری اخبارات نے نقل کیا۔ (روزنامہ "الفضل" ربوہ' ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

دورۂ انگلستان کے دوران دمشق کے علاوہ فلسطین میں مرزا محمود نے خاص طور پر قیام کیا اور وہاں کے قائم مقام ہائی کمشنر سر گلبرٹ کلیٹن سے ملاقات کی۔ ("تاریخ احمدیت" از دوست محمد شاہد) یہود اور عرب تعلقات پر گفتگو ہوئی جو بڑی مفید رہی۔

اس سفر کے بعد قادیانیوں نے مصر میں اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا۔ شام میں جلال الدین شمس قادیانی پر قاتلانہ حملہ ہوا اور وہ فلسطین میں پناہ گزیں ہوا۔ (تاریخ احمدیت از دوست محمد شاہد) یہی وہ علاقہ تھا' جہاں بیٹھ کر عرب ممالک کی سالمیت کے خلاف سازشیں کی جا سکتی تھیں۔

فلسطین میں عربوں پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے۔ یہودیوں نے ان کو گھروں سے نکالا اور ان کا قتل عام کیا۔ (Israel and the Palestine Arabs by Don peretz) اس عرصے میں قادیانی پوری طرح سے یہودیوں کے ساتھ تھے۔ ان کے مبلغ مسلمانوں کے خلاف انتشار اور افتراق پھیلانے میں سرگرم رہتے۔ سامراجی طاقتوں کے لیے جاسوسی کرتے اور ان کی وفادار جماعت کے طور پر کام کرتے۔ انہوں نے کبھی بھی عرب مظلوموں کی حمایت نہ کی اور نہ ہی ان سے اظہار ہمدردی کیا۔ غیر منقسم ہند میں عرب مہاجرین کے حق میں بہت تحریکیں چلائی گئیں۔ قادیانیوں نے ان میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ الٹا ان تحریکوں کے مجوزوں کو مطعون کیا۔

قادیانیوں نے بڑی فنکاری سے یہود کی حمایت کی اور ان کے فلسطین پر قبضہ کے جواز پیش کیے۔ رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" لکھتا ہے:

> "اس پر (یہود کی بربادی) صرف اتنا زیادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب یہ فلسطین کے متعلق وعدۂ خداوندی اس ایک شرط سے مشروط تھا جب تک خدا کے فرمانبردار رہیں گے' یہ زمین اسم عملیوں کی وراثت میں رہے گی تو محرومی کی

اصل وجہ پر نظر کر کے اس کا تدارک کرنا چاہیے جو نتیجہ پہلے مسیح سے انکار کا تھا' وہی نتیجہ مسیح کی آمد ثانی پر اس کے انکار سے ہونا لازمی ہے۔ نیز سورۂ بنی اسرائیل کی آیت قرآنی **و قلنا من بعده** بنی اسرائیل میں جو پیش گوئی ہے' اس کو بھی پورا ہونا تو لازمی امر ہے اور اس کے لیے جدوجہد بھی ضروری ہے مگر محض برطانیہ پر الزام لگانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ امر ازل سے مقرر ہے۔ یہود یروشلم کے علاقہ میں قریب زمانہ قیامت جمع کر دیے جائیں گے"۔

("ریویو آف ریلیجنز" جلد۵' شمارہ ۱۲' سال ۱۹۳۶ء ص۳۵)

صیہونی یہودیوں کے ساتھ قادیانیوں کے انہیں تعلقات کی بناء پر جن کے استوار کرنے کے لیے وقتاً" فوقتاً" کوششیں کی جاتی رہیں' ان کو اسرائیل میں پھلنے پھولنے کے مواقع مہیا کیے گئے ہیں۔ اسرائیل میں قادیانیوں کی مسجد' پریس' تعلیمی ادارے ہیں اور ایک رسالہ "البشریٰ" نکالا جاتا ہے۔ اسرائیل کا قادیانی مشن صیہونی تخریب کاروں سے تربیت حاصل کر کے عرب ممالک کی سالمیت کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ یہ وہی مشن ہے جس کا بیڑا مرزا قادیانی نے اٹھایا تھا۔ انہوں نے کھل کر عرب ممالک کے خلاف سازشوں کے جال پھیلائے۔ اب وہی مقاصد درپردہ حاصل کیے جا رہے ہیں۔ یہودیوں کے مستقبل کے عزائم اور قادیانی سازشوں پر نظر ڈالی جائے تو ایک افسوس ناک تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔

پاکستان کی سالمیت پر ضرب کاری لگانے کے لیے یہودیوں نے عالمی سطح پر جو پروپیگنڈہ کیا اور تخریب پسند عناصر کی عملاً مدد کی' قادیانی اس سازش میں پوری طرح ملوث تھے۔ مولوی فرید احمد نے اپنی کتاب "سورج بادلوں کی اوٹ میں" میں بار بار قادیانی صیہونی گٹھ جوڑ کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایم ایم احمد صیہونیوں کے اشارے پر گول میز کانفرنس کے دوران سیاسی مداخلت کرتا رہا۔ مشرقی حصے کی علیحدگی کے بعد قادیانی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ بچے کھچے پاکستان میں مرزائیل قائم کریں"۔

(ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور' دسمبر ۱۹۷۲ء)

پانچ سو قادیانی اس وقت اسرائیل کے مختلف فوجی اداروں میں کام کر رہے ہیں

"قادیانی فرقے کے عجیب و غریب مذہبی دیومالا اور الجھے ہوئے معتقدات پر حال ہی میں حکومت پاکستان نے جو نئی پابندیاں لگائی ہیں' اس پر پورے عالم اسلام میں اطمینان کا

سانس لیا گیا۔ مختلف مسلمان ملکوں میں پاکستان کے عوام اور حکومت کے ان نئے اقدامات پر بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا گیا اور اسے پورے عالم اسلام میں سراہا جا رہا ہے۔ پہلا فوری ردعمل یہاں مقبوضہ فلسطین میں ہوا' جہاں سے مسلمانوں نے حکومت پاکستان کے نام تار کے ذریعے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس کا مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیل میں قادیانی مشن کی پراسرار سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیا جائے۔ افریقی ممالک میں اسلام کے نام پر ارتداد پھیلانے کا جو کام یہ فرقہ کر رہا ہے' اس کا ازالہ کیا جائے اور حکومت پاکستان اپنے سرکاری اداروں اور سفارت خانوں سے اس فرقے کے لوگوں کو پاک کرے۔

کیونکہ اس طرح پاکستان کا نام داغدار ہو رہا ہے اور یہ لوگ پاکستان کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ مزید برآں مقبوضہ فلسطین میں الخلیل کے شہر کے بعض سربرآوردہ مسلمانوں نے اس کا انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل کے فوجی اداروں میں ۵۰۰ قادیانی کام کر رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں کچھ قادیانی زائر' کوسٹاریکا اور اٹلی کے پاسپورٹ پر اسرائیل پہنچے ہیں۔ یاد رہے کہ لندن' روم' نیویارک' لکسمبوگ' کوپن ہیگن میں اسرائیلی سفارت خانوں اور قادیانی مراکز کے درمیان باقاعدہ رابطہ موجود ہے۔ یہاں الخلیل شہر کے بعض سربرآوردہ حضرات نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ اب قادیانی انتقامی کارروائی کے لیے زیر زمین مدد یہودیوں سے لیں گے جبکہ ان کی زیر زمین کارروائیاں کچھ عرصہ سے بہت تیز ہوگئی ہیں۔ پاکستان کے لیے آئندہ دس بارہ ماہ سخت آزمائش کے ہوں گے۔ جس میں یہ فرقہ ہر اس تخریبی عمل کے ساتھ متحرک تعاون کرے گا' جو پاکستان میں بدامنی' افراتفری اور انتشار کو فروغ دے۔ اسرائیلی پارلیمنٹ میں اسرائیلی دوستوں کی تمام تصاویر لگی ہیں' جن میں قادیانی فرقے اور بہائی فرقے کے سربراہوں کی تصاویر بھی ہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن اور قادیان (ہندوستان) کے درمیان براہ راست رابطہ موجود ہے اور وفود آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ مقبوضہ فلسطین کے مسلمانوں نے پاکستان کے مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ پورے ہوش کے ساتھ آپس میں یگانگت و اتحاد قائم کریں اور تفرقہ' انتشار اور افراتفری سے اجتناب کریں۔ پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ قومی وحدت اور مکمل اتحاد ہی سے کیا جا سکتا ہے"۔

(روزنامہ "مشرق" کوئٹہ ۱۴ جنوری ۱۹۸۶ء)

پروفیسر ساجد میر کا مطالبہ

"جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سیکرٹری جنرل پروفیسر ساجد میر نے کہا ہے کہ

قادیانیوں کی سرگرمیوں کا پوری سختی سے نوٹس لیا جائے۔ یہ ملک و ملت کے سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہیں۔ انہوں نے کہا اسرائیل کی مسلسل پاکستان کو دھمکیاں اور سعودی حکومت کی اہم تنصیبات تباہ کرنے کی اسرائیلی دھمکیاں' اسرائیل فوج میں چھ سو پاکستانی مرزائیوں کا بھرتی ہونا' یہ قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ' عالم اسلام کی دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پروفیسر ساجد میر نے کہا یہ بات ساری قوم کو معلوم ہے کہ ایک قادیانی افسر نے ایٹمی راز چوری کر کے اسرائیل کو فراہم کیے ہیں۔ مزید برآں ایک قادیانی لیڈر کا بار بار یہ بیان دہرانا کہ عنقریب پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پاکستان میں افغانستان جیسے حالات پیدا ہو جائیں گے' ہماری قومی غیرت کے لیے زبردست چیلنج ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک بھارتی اخبار میں یہ خبر چھپ چکی ہے کہ سفارت خانوں کو حادثے کی فون پر پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ چنانچہ ایمونیشن ڈپو سے اعلیٰ افسروں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے نکال لیا گیا۔ پروفیسر ساجد میر نے کہا حکومت کو چاہیے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی سے لے کر تمام محکموں اور اعلیٰ عہدوں سے مرزائی افسروں کو فوری طور پر برطرف کرے"۔

(روزنامہ "مشرق" کوئٹہ' ۱۴ جنوری ۱۹۸۶ء)

پاکستان کے راز اسرائیل کیسے پہنچے اور اصل مجرم کون؟

"واشنگٹن پوسٹ کی ایک اشاعت میں انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکی بحریہ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز جوناتھن جے پولارڈ کو ۸۵ء میں اسرائیل کے لیے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ واشنگٹن پوسٹ نے پولارڈ کے مقدمے سے اچھی طرح واقف ایک ذریعے کے حوالے سے بتایا ہے کہ پولارڈ نے اسرائیل کو پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور اسلام آباد کے قریب واقع ایٹمی تنصیبات کی مصنوعی سیاروں کے ذریعے لی گئی تصاویر بھی فراہم کی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق پولارڈ نے اسرائیل کو جو معلومات فراہم کی ہیں' ان میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور پاکستان کو ملنے والی امریکی امداد کی تفصیلات کے علاوہ تیونس میں پی ایل او کے صدر دفتر میں موجود تمام انتظامات شامل ہیں اور ان ہی معلومات کی بنیاد پر اسرائیل نے یکم اکتوبر ۱۹۸۵ء میں تیونس میں پی ایل او کے صدر دفتر کو باآسانی نشانہ بنایا تھا"۔

(بحوالہ "آغاز" کراچی' ۲۶ فروری ۱۹۸۷ء)

یہودیوں کے عالم اسلام خصوصاً پاکستان کے متعلق جو عزائم ہیں' وہ کسی سے ڈھکے

چھپے نہیں ہیں۔ جب اسرائیل نے عراق کی ایٹمی تنصیبات پر اچانک حملہ کر کے اسے تباہ کیا تو اس وقت کے اخبارات میں اسرائیل کی یہ دھمکی شائع ہوئی تھی کہ وہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات بھی تباہ کر دے گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے عوام ہر آڑے وقت میں عربوں کے ساتھ رہے ہیں۔ انہوں نے جس قسم کی بھی امداد طلب کی' پاکستان نے کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ اس لیے پاکستان' یہود مردود کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا رہتا ہے۔

یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی یا حکمرانوں کی بے بسی ہے کہ جب کوئی ملک دھمکیاں دیتا ہے یا ہمارے وطن عزیز کے بارے میں غلط خیالات کا اظہار کرتا ہے تو واویلا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو جی فلاں یہ کہہ رہا ہے لیکن ہماری آستینوں میں جو زہریلے سانپ چھپے ہوئے ہیں' ان سے ہم قطعی طور پر غافل ہیں۔ اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ایٹمی پروگرام سے متعلق اہم راز دشمن کے پاس پہنچ چکے ہیں۔

قادیانی جماعت کے آنجہانی پیشوا مرزا ناصر نے کہا تھا کہ میرے اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے کئی شاگرد کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ میں کام کر رہے ہیں۔ وزارت دفاع اور فوج میں بھی اہم پوسٹوں پر بہت سے قادیانی براجمان ہیں۔ بحریہ کے سربراہ (افتخار احمد سروہی) کے متعلق بھی کہا جا رہا ہے کہ وہ قادیانی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو پاکستان کا کوئی راز' راز رہ ہی نہیں سکتا۔ ادھر کوئی منصوبہ بنا' ادھر اسرائیل پہنچ گیا۔ کیونکہ ربوہ اور تل ابیب میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ وہاں کے ہزاروں قادیانی اسرائیل میں نہ صرف موجود ہیں' بلکہ فوج میں بھرتی ہو کر یہودیوں کا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ اس تعلق کے علاوہ قادیانیوں کے پیشوا مرزا قادیانی کے مطابق اسرائیلی اور مرزائیوں میں خونی رشتہ قائم ہے۔ وہ مغل برلاس تھا لیکن اس نے یہودیوں سے محبت و مودت کا رشتہ استوار کرنے کے لیے کہا کہ وہ نصف فاطمی اور نصف اسرائیلی ہے۔ (یعنی آدھا مسلمان اور آدھا یہودی حالانکہ وہ پورا یہودی تھا اس لیے کہ ان کا آلہ کار تھا) اسی خونی رشتہ کی وجہ سے قادیانی یہودیوں کی ملازمت اور ان کی خدمت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس سے بڑی خدمت اور کیا ہوسکتی ہے کہ پاکستان کے راز اسرائیل کے پاس پہنچا دیے گئے ہیں۔

کوئی جاسوس خواہ کتنا ہی بڑا تعلیم یافتہ اور اپنے فن میں ماہر کیوں نہ ہو' وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا' جب تک کہ اسے ایسے افراد میسر نہ آ جائیں' جو اس ملک کے مخالف اور دشمن ہوں۔ مذکورہ بالا اسرائیلی جاسوس' جس نے پاکستان کی ایٹمی تنصیبات

سے متعلق تمام معلومات اسرائیل کو فراہم کی ہیں' انہیں فراہم کرنے میں ان قادیانی ملازمین کا ہاتھ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو بقول آنجہانی مرزا ناصر کے کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ اور دوسرے حساس ترین عہدوں پر فائز ہیں اور حکمران ان کو برطرف کرنے کے بجائے پال رہے ہیں۔ وہ ہمارا کھاتے ہیں اور ہمارے ہی ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کی حقیقت کو صرف ایک جملہ میں بیان کر دیا کہ "قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے" اسی لیے ڈاکٹر صاحب نے فتنہ قادیانیت کی حقیقت پا لینے کے بعد یہ مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس مطالبہ کی بنیاد پر امت مسلمہ نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جو ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے ذریعے پورا ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں ایک آرڈیننس کے ذریعے انہیں اسلامی اصطلاحات اور شعائر اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ کافر قرار پا جانے کے بعد بھی ہمارے کچھ مسلمان افسروں کی بے غیرتی یا بے حسی کی وجہ سے وہ اب بھی اپنے آپ کو اصلی مسلمان اور باقی مسلمانوں کو سرکاری مسلمان کہہ رہے ہیں اور اسلامی اصطلاحات و اسلامی شعائر کا استعمال کر رہے ہیں۔ بہرحال ڈاکٹر علامہ اقبال نے قادیانی کے متعلق جو کچھ کہا تھا' وہ بالکل صحیح تھا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے"۔

(اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی)

پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل کا سفر ممکن نہیں' پاکستانی سیاح کیسے پہنچ گئے؟

"پاکستانی سیاحوں کے ایک گروپ کے اچانک اسرائیل پہنچ جانے اور وہاں یروشلم کے مہنگے ترین ہوٹل "ہلٹن" میں قیام کی خبر پر دارالحکومت کے سیاسی اور بعض سفارتی حلقوں میں خاصی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ بعض اسلامی ممالک کے سفارت کاروں نے اس خبر پر حیرت کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ پاکستان کی وزارت خارجہ نے اس سلسلے میں کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا ہے۔ تاہم پاکستان کے بعض سیاسی حلقے اس بات پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں کہ یہ پاکستانی کس طرح یروشلم پہنچ گئے۔ کیونکہ حکومت پاکستان کی طرف سے جاری کیے گئے سرکاری پاسپورٹ میں اسرائیل وہ واحد ملک ہے' جس کا اندراج نہیں ہوتا اور اس پاسپورٹ پر اسرائیل تک سفر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ان حلقوں کا خیال ہے کہ یہ پاکستانی کسی دوسرے ملک کے شہری ہو سکتے ہیں اور ان کے پاس کسی یورپی ملک کے پاسپورٹ

ہوں گے۔ جن کی بنیاد پر وہ یروشلم پہنچے ہیں۔ بعض باخبر حلقوں کا خیال ہے کہ یروشلم جانے والے یہ پاکستانی احمدی بھی ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ احمدیوں کی بڑی تعداد پہلے بھی اسرائیل میں موجود ہے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" ملتان' ۲۰ ستمبر ۱۹۹۲ء)

یاسر عرفات نے بتایا کہ پاکستان کے ایٹمی پلانٹ میں ملک کے اندر سے تخریب کاری ہوگی

"سابق وزیراعظم اور حزب اختلاف کی لیڈر بے نظیر بھٹو نے آج یہاں قومی اسمبلی میں بجٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ سرحدوں کی صورت حال اور پاکستان کی سلامتی کو درپیش خطرات کے پیش نظر حکومت کو دفاع کے لیے ایک سو ارب روپیہ مختص کرنا چاہیے تھا۔ جبکہ حکومت نے صرف ۷۱ ارب روپے دفاع کے لیے مخصوص کیے ہیں۔ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ نئی دہلی میں راجیو گاندھی کی آخری رسومات کے موقع پر انہیں پی ایل او کے چیئرمین یاسر عرفات نے بتایا تھا کہ پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کو زبردست خطرہ ہے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ ایٹمی پلانٹ پر بھارت یا اسرائیل حملہ نہیں کرے گا' ملک کے اندر سے تخریب کاری ہوگی۔ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ نوشہرہ کے اسلحہ ڈپو میں ہونے والے دھماکے میں تخریب کاری کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۳ جون ۱۹۹۱ء)

مقبوضہ کشمیر میں اسرائیل سے کمانڈوز کی آمد---- وہ یہودی ہیں یا قادیانی؟

"مقبوضہ کشمیر میں حزب المجاہدین کے کمانڈر انچیف سید صلاح الدین نے کہا ہے کہ بھارتی حکومت ایک مدت سے اسرائیلی کمانڈوز کو مجاہدین کے خلاف استعمال کر رہی ہے اور ۶ لاکھ بھارتی فوج کے ہمراہ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی "موساد" کے کمانڈوز بھی سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت میں کشمیر میں جہاد کی تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لیے اسرائیل سے ۳۰۰ کمانڈوز منگوائے گئے ہیں جو سرینگر میں گورنر ہاؤس میں مقیم ہیں۔ مجاہدین کے ہاتھوں ۶ اسرائیلیوں کے اغواء کے بعد ان کی حفاظت کے انتظامات سخت کر دیئے گئے ہیں۔ اس دوران ایجنسی افغان پریس کی گزشتہ برس کی یہ خبر صحیح ثابت ہوئی ہے کہ قابض بھارتی حکام نے کشمیری حریت پسندوں کو کچلنے کے لیے اسرائیلی مشیروں اور

کمانڈوز کی خدمات حاصل کر لی ہیں اور انہیں سری نگر کے نواح میں "ٹورسٹ ہٹس" میں ٹھہرایا ہوا ہے۔ بدھ کی رات جھیل ڈل میں کشمیری مجاہدین اور اسرائیلی کمانڈوز میں تصادم سے ایجنسی افغان پریس کی خبر کی تصدیق ہوگئی۔ یہ اسرائیلی اور مشیر اور کمانڈوز گزشتہ برس جون میں سابق گورنر جگ موہن کے آخری دنوں میں سرینگر پہنچے تھے۔ اسرائیلی مشیروں کی تعداد ۳۶ ہے اور ان کا بھارت کے "بلیک کیٹ" کمانڈوز سے گہرا رابطہ ہے۔ اسرائیلی مشیروں کے قابض بھارتی انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں اور گورنر سے مشاورتی اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ انہیں فلسطین کے تجربے کے حوالے سے مسلم حریت پسندوں کو ختم کرنے والے ماہرین کے طور پر بلایا گیا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی' ۲۹ جون ۱۹۹۱ء)

اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے وزارت خارجہ حکومت پاکستان کے ترجمان نے کہا کہ

"مقبوضہ کشمیر کی موجودہ صورت حال میں وہاں اتنی بڑی تعداد میں اسرائیلی سیاحوں کی مبینہ موجودگی کوئی گٹھ جوڑ ہی معلوم ہوتی ہے۔ وادی میں اسرائیلی کمانڈوز کی مبینہ موجودگی کے بارے میں یہاں رسمی بریفنگ کے دوران ایک سوال پر ترجمان نے کہا ہے کہ میں اس معاملہ سے متعلق میڈیا رپورٹوں پر کوئی تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ تاہم کوئی بھی شخص مشکل ہی سے اس پر یقین کرے گا کہ اتنی بڑی تعداد میں اسرائیلی سیاح محض وہاں کشمیر کے حسین مناظر کی سیر و تفریح کے لیے گئے تھے۔ ہم ان رپورٹوں پر تجزیہ کر رہے ہیں اور اخباری رپورٹوں کے بارے میں حقائق جمع کر رہے ہیں۔ اس کا بغور جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی رسمی ردعمل سامنے آئے گا۔ واضح رہے کہ پریس رپورٹوں کے مطابق ان اسرائیلی کمانڈوز کے مقبوضہ کشمیر جانے کا مقصد بھارتی حکومت کی اعانت اور تعاون سے کہوٹہ میں پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو حملہ کا نشانہ بنانا تھا"۔

(روزنامہ "جسارت" کراچی' ۲۹ جون ۱۹۹۱ء)

اسرائیلی کمانڈوز کی مقبوضہ کشمیر میں آمد پر جمعیتہ علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"بھارت پاکستان کے ایٹمی کہوٹہ کی تباہی کے لیے یہودیوں سے گٹھ جوڑ کر چکا ہے' جس کا واضح ثبوت سرینگر میں کشمیری حریت پسندوں کے ہاتھوں یرغمالی

بنائے جانے والے تین سو اسرائیلی کمانڈوز ہیں' جنہوں نے کہوٹہ پلانٹ کو تباہ کرنے کے لیے آلات نصب کر دیے تھے۔ آج شام کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسرائیلی کمانڈوز کو بروقت کشمیری حریت پسندوں نے یرغمالی بنا کر یہودیوں اور ہندوؤں کی اس سازش کو ناکام بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری حریت پسندوں کے اس اقدام نے نہ صرف کہوٹہ پلانٹ کو تباہی سے بچا لیا' بلکہ پاکستان کو بھی تحفظ فراہم کیا ہے۔ علامہ نورانی نے کہا کہ ان حالات میں جب کہ کشمیر میں اپریل ۹۰ء سے غیر ملکی باشندوں کے جانے پر پابندی عائد ہو' اتنی بڑی تعداد میں سیاح کس طرح جاسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ دراصل سیاح نہیں بلکہ اسرائیلی کمانڈوز تھے' جن کی خدمات امریکہ نے بھارت کے تعاون سے حاصل کیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو امریکی امداد کی بیماری لاحق ہے۔ امریکہ کہتا ہے کہ امداد لے لو' کہوٹہ پلانٹ اور فوجی قوت کم کر دو۔ ساتھ ہی وہ یہ دھمکیاں دے رہا ہے کہ اگر پاکستان نے اس کی شرائط پوری نہ کیں تو وہ طاقت استعمال کرے گا۔ موجودہ حالات میں پاکستان کو امریکی امداد سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ ایڈ نہیں بلکہ ایڈز ہے۔ امریکہ خلیج کی جنگ کے بعد عالمی غنڈہ گرد بن کر ابھرا ہے۔ وہ عراق کے بعد اب پاکستان سے نمٹے گا۔ مولانا نورانی نے امریکہ سے سوال کیا کہ وہ جنوبی افریقہ اور اسرائیل سے ان کے ایٹمی پروگراموں کے بارے میں کیوں دریافت نہیں کرتا۔ اسے صرف پاکستان کے جوہری پروگرام کی کیوں فکر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل ۱۹۸۶ء سے کہوٹہ پلانٹ کو تباہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ سرینگر سے قبل سری لنکا میں بھی یہودیوں کی دہشت گرد تنظیم نے کہوٹہ تباہ کرنے کے لیے اڈہ قائم کیا تھا۔ تاہم یہ کوشش بھی ناکام ہوئی"۔

(روزنامہ "امن" کراچی ۳ جون ۱۹۹۱ء)

مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی کمانڈوز کی آمد کے بارے میں آپ نے خبر پڑھی اور ساتھ ہی وزارت خارجہ کے ترجمان اور علامہ شاہ احمد نورانی کا بیان بھی ملاحظہ فرما لیا۔ تبصروں میں اصل حقائق کو پیش نہیں کیا۔ اصلی حقیقت یہ ہے کہ جو پی ایل او کے سربراہ نے مس بے نظیر بھٹو کو کہا تھا کہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو اصل خطرہ اپنوں سے ہے'

گویا اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ اپنے کون ہیں۔ لیکن ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب بھی واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ وہ قادیانی ہیں' جن کا امریکہ سرپرست ہے اور جو اسرائیلی فوج میں کثیر تعداد میں موجود ہیں جب کہ ان کا مشن بھی وہاں موجود ہے۔ حالانکہ کسی اور تنظیم حتیٰ کہ عیسائیوں کو بھی وہاں مشن کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ قادیانیوں کے یہودیوں سے گہرے مراسم ہیں یا صاف اور واضح لفظوں میں قادیانی یہودیوں کے جاسوس اور ایجنٹ ہیں۔ دوسری طرف بھارت میں قادیانیوں کا مرکز ہے' اس لحاظ سے ان کے ہندوؤں سے گہرے مراسم ہیں۔

بھارت پاکستان پر دو بڑے حملے کر چکا ہے۔ ۱۷ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان پر بھارت نے حملہ کیا' جس کے نتیجے میں پاکستان دولخت ہوگیا۔ سرحدوں پر بھارت پاکستان کو نقصان پہنچانے میں مصروف تھا جب کہ اندرونی طور پر قادیانی خصوصاً مسٹر ایم ایم احمد بھارت کی وکالت کر رہا تھا۔ پاکستان کو دو لخت کرنے میں جس طرح بھارت کا ہاتھ ہے' اسی طرح قادیانیوں کا بھی ہے۔ اب باقی ماندہ پاکستان کے بارے میں بھی ان کے عزائم خطرناک نظر آتے ہیں اور وہ اپنے سرپرست امریکہ کے اشارے پر ملک کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں۔

(اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی)

کہوٹہ پر حملے کے لیے قادیانی' بھارت' اسرائیل مشترکہ منصوبہ

"اسرائیلی فضائیہ کے طیارے بھارتی تعاون سے کہوٹہ کی ایٹمی تنصیبات پر حملے کے لیے پاکستانی سرحدوں کے قریب پہنچ چکے تھے لیکن پرواز شروع کرنے کے بعد اس انکشاف کے بعد کہ آئی ایس آئی کو اسرائیل اور بھارت کے اس مشترکہ ناپاک مشن کا پتہ چل چکا ہے اور ان حملہ آوروں کو فضا میں ہی تباہ کرنے کے لیے تیار ہے' ان طیاروں کو واپس بلا لیا گیا۔ یہ دعویٰ ہفت روزہ "تکبیر" میں شائع شدہ ایک رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے جنوبی بھارت میں ایک ڈمی کہوٹہ بنوایا۔ جس پر حملے کی تربیت بھارتی اور اسرائیلی ایک ساتھ حاصل کرتے رہے۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف سرگرمیوں کے ضمن میں موساد کے اعلیٰ عہدیدار بغیر کسی اعلان کے بھارت آتے اور بھارتی خفیہ حکام کے ساتھ بریفنگ کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔

رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ کہوٹہ پر فضائی حملے کے لیے موساد نے ہوابازوں اور

سرغرساں ماہرین کا جو گروپ تیار کیا' اس کی قیادت ایک پاکستانی کے ہاتھ میں تھی۔ موساد نے اس پاکستانی کو جس کے پاکستان میں پتے کے بارے میں حکام خاموش ہیں۔ یورپ کے ایک ملک میں ایک لڑکی کے ساتھ پکڑا اور اسے بلیک میل کر کے اس مشن کے لیے تیار کیا۔ اس سے پہلے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر پر حملے کی قیادت کے لیے بھی "موساد" نے ایک عراقی ہواباز کو استعمال کیا تھا۔ ایسے معرکوں کے لیے حکمت عملی یہ اپنائی گئی ہے کہ حملہ آور ہوائی جہازوں کا ایک ہواباز اپنے ٹارگٹ کی زبان اور لہجے میں بات کرتا ہے۔ اس طرح ٹارگٹ' ملک کی فضائیہ اور زمینی عملے کو یہ شبہ نہیں ہوتا کہ کوئی اجنبی اس کی حدود میں گھس آیا ہے یا گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس طرح مکمل طور پر حیران کر دینے کا عنصر موجود رہتا ہے۔ عراق پر اسرائیلی فضائی حملے کی تفصیلات' پاکستان کے سراغرساں اداروں کے پاس موجود ہے۔ اسرائیلیوں نے اس آپریشن کو آپریشن بیبلون (Babylon) کا نام دیا تھا۔ اس حملے میں حملہ آور طیاروں کی ترتیب یہ تھی کہ ایف ۱۵ اور ایف ۱۶ طیارے اکٹھے کیے گئے تھے اور یہ حملہ غروب آفتاب کے وقت کیا گیا تھا۔ جنگی ماہرین کی زبان میں ٹائپ آف اٹیک یہ تھا کہ طیارے بہت نیچی پرواز کرتے ہوئے اپنے ہدف تک پہنچیں گے۔

رپورٹ کے مطابق موساد نے کہوٹہ پر فضائی حملے کا جو منصوبہ بنایا تھا' اس میں بھی حملے کا وقت غروب آفتاب رکھا اور طیاروں کی ترتیب بھی عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر حملے جیسی تھی۔ ایف ۱۵ اور ایف ۱۶ طیاروں کے ذریعے عراق کے ایٹمی مرکز اور کہوٹہ پر حملے کے اسرائیلی منصوبے میں فرق یہ تھا کہ کہوٹہ کے لیے انہوں نے ایک پاکستانی کو قابو کیا اور تل ابیب میں اس کی تربیت کی۔ اسے آزمانے کی غرض سے پہلے ایک عرب ملک میں ایک مشن پر روانہ کیا۔ جسے اس نے پورا کر دیا۔ اس کے بعد وہ کم از کم ۲ مرتبہ اپنے پاکستانی پاسپورٹ پر پاکستان آیا اور آنے کے بعد اس نے اپنے ذرائع سے پاکستانی سرحد عبور کی اور فیروز پور سے "را" نے اسے طیارے کے ذریعے بھارت میں اس مقام پر پہنچایا' جہاں امریکی پاسپورٹ پر سفر کرنے والے "موساد" کے ایک اعلیٰ افسر نے اس کی بریفنگ کی۔ تاہم جس وقت وہ ان سرگرمیوں میں مصروف تھا' پاکستانی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کو پورے اسرائیلی منصوبے کا علم ہوچکا تھا۔ اسے بغیر کسی مزاحمت کے اپنے مشن پر آگے بڑھنے دیا گیا۔ ۱۹۸۷ء میں جب اسرائیلی طیاروں نے اس پاکستانی پائلٹ کی قیادت میں بھارت کے ایک ہوائی اڈے سے پرواز کی تو پاکستانی فضائیہ اور دوسرے ادارے اس حملے کو ناکام بنانے کے لیے تیار تھے۔ اسرائیلیوں پر یہ انکشاف پرواز شروع کرنے کے بعد ہوا اور انہوں نے

پاکستانی سرحدوں کے قریب پہنچ کر اپنا رخ بدل لیا۔ اس طرح "موساد" بڑی عرق ریزی اور محنت سے تیار کردہ منصوبے کے باوجود آئی ایس آئی کے سامنے ہار گئی۔

"ہفت روزہ" کی رپورٹ کے مطابق "موساد" کی کشمیر میں سرگرمیاں تیز تر ہوگئی ہیں اور کشمیر موساد کی خصوصی ایجنسی کا مرکز بن چکا ہے۔ کہوٹہ کی تباہی موساد کی ترجیح نمبر دو تھی۔ "موساد" کا اصل مقصد بھارتی حکام کو ان طریقوں سے آگاہ کرنا تھا' جن کو بروئے کار لا کر مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کو اس طرح دبایا جا سکتا تھا۔ جس طرح اسرائیلیوں نے مقبوضہ مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی میں فلسطینی عوامی تحریک "انتفاضہ" کو ختم کر دیا تھا۔ **پاکستان میں ایجنٹوں کا حصول اسرائیل کے لیے مشکل نہیں۔ پاکستانی قادیانیوں کا ایک مرکز حیفہ میں موجود ہے اور یہودیوں اور قادیانیوں کے مقاصد مشترکہ ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اسلحہ اور بعض آلات کی سمگلنگ میں بعض سابق فوجی افسر بھی شامل ہیں۔ جن کا تعلق قادیانی گروپ سے ہے۔** موساد سے متعلق علم ہوا ہے کہ یہ تنظیم ایران میں انقلاب سے قبل شاہ ایران کی خفیہ پولیس کو تربیت دیتی تھی۔ کہوٹہ کے سلسلے میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ کہوٹہ کی اطلاع عام ہونے سے بھی پہلے "موساد" کہوٹہ کی تلاش میں ہے اور جس اسرائیلی ایجنٹ نے پاکستانی حکام کو خاص قاتل کیمیائی مادوں کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ وہ بھی کہوٹہ مشن پر ہی تھا۔ یاد رہے پاکستانی حکام نے جاسوسی کے کم از کم تین کیس ایسے پکڑے جن میں اقوام متحدہ کے عہدیدار ملوث تھے اور مذکورہ بالا ایجنٹ بھی انہی اسرائیلی ایجنٹوں میں سے ایک تھا"۔

(روزنامہ "پاکستان" لاہور ۱۰ ستمبر ۱۹۹۱ء)

"پاکستان کے جوہری پروگرام کے خلاف ہندو و یہود کی سازش"

اس عنوان سے معروف صحافی ارشاد احمد حقانی لکھتے ہیں:

"ایک ممتاز عصری جریدے نے اپنے جنوبی ایشیا کے نمائندے جناب رافت یحییٰ کے حوالے سے اس سازش پر سے تفصیل کے ساتھ پردہ اٹھایا ہے' جو پاکستان کے کہوٹہ پلانٹ کو تباہ کرنے کے لیے پاکستان کے دو دشمنوں بھارت اور اسرائیل نے مل کر تیار کی تھی اور جس کے مطابق گزشتہ جولائی میں اس پر عمل ہونا تھا لیکن کشمیری حریت پسندوں

کے ہاتھوں مقبوضہ کشمیر میں بعض اسرائیلی کمانڈوز کی گرفتاری کی وجہ سے اس سازش پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ اسرائیلی کمانڈوز کی گرفتاری کے بعد جو معلومات ملی ہیں' ان کے مطابق ان کمانڈوز کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ کہوٹہ کے آس پاس پاکستان کے فوجی طیاروں کی نقل و حرکت کا مکمل سراغ لگائیں اور ایسے انتہائی پیچیدہ آلات کہوٹہ کے قریب ترین علاقے میں چوری چھپے نصب کر دیں' جو پاکستان کے راڈار اور مواصلات کے نظام کو ناکارہ بنا دیں۔

منصوبے کا اگلا مرحلہ یہ تھا کہ ساٹھ سے زیادہ کمانڈوز کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے پاکستان کے جوہری منصوبے کے قریب ترین مقام پر اتار دیا جائے گا۔ ان کے ذمے حسب ذیل کام ہوں گے۔

۱۔ کہوٹہ کے سیکورٹی گارڈز کا خاتمہ کر کے ان سے نجات حاصل کی جائے۔

۲۔ علاقے میں فضائی تحفظ کے نظام کو مفلوج کر دیا جائے۔

۳۔ ری ایکٹر کے قریب انتہائی طاقت ور بم اور دھماکہ خیز مواد نصب کر دیے جائیں۔

مصری جریدے کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۱ء میں جب اسرائیل' عراقی ری ایکٹر کو تباہ کرنے میں کامیاب ہوگیا تو بھارت اور اس کے درمیان' پاکستان کی جوہری استعداد کی تباہی کی کوششوں میں قریبی ارتباط پیدا ہوگیا۔ بھارت اپنے طور پر کہوٹہ کو (خاکم بدہن) تباہ کرنے کی کوشش اسرائیل کے تعاون سے کرنا چاہتا تھا' کیونکہ متعدد وجوہات کی بناء پر ان دونوں میں سے کوئی ایک مجوزہ منصوبے پر عمل کرنے کی استعداد نہ رکھتا تھا۔ اسرائیل کہوٹہ سے اس قدر دور تھا کہ ہندوستان کی سہولتوں سے فائدہ اٹھائے بغیر اس کے لیے موثر کارروائی کرنا ممکن نہ تھا۔ خود ہندوستان اول تو کماحقہ وہ فنی اور ٹیکنیکی مہارت نہ رکھتا تھا جو پیش نظر مقصد کے لیے درکار تھی اور ثانیاً وہ پاکستان کی جوابی کارروائی سے بھی خوف زدہ تھا۔ اس لیے پاکستان کے ان دونوں دشمنوں نے طویل صلح مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ مل کر مشترکہ طور پر کوئی کارروائی کی جائے۔ ہندوستان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر اسرائیل کے اشتراک سے کوئی اقدام کیا جائے گا تو اس پر کہوٹہ کی تباہی کا الزام قطعیت سے عائد کرنا آسان نہیں رہے گا۔ ہندوستان کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر تنہا وہ پاکستان کی جوہری تنصیبات کو نقصان پہنچانے کا ذمہ دار گردانا گیا تو عالم عرب اور عالم اسلام میں اس کا انتہائی شدید ردعمل ہوگا اور اس کے لیے مسلمان دنیا سے خوشگوار روابط برقرار رکھنا ممکن

نہیں رہے گا۔

جریدے کے نمائندے نے اسرائیلی خفیہ ایجنسی "موساد" کے ایک کارندے اور ایجنٹ کی ایک کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے' جس میں وہ صاف کہتا ہے کہ انہوں نے پاکستان کے جوہری ری ایکٹر کی مجوزہ تباہی کے پورے منصوبے کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا اور ۱۹۸۴ء میں بعض ہندوستانی جوہری سائنس دانوں کو اسرائیل مدعو کیا گیا تھا تاکہ کہوٹہ پر حملے کی پوری منصوبہ بندی کی جا سکے۔ "موساد" کے ایجنٹ آسٹرو وسکی نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ اسرائیلی ماہرین نے ہندوستانی کمانڈوز کو کہوٹہ کے پلانٹ پر حملے کے لیے مکمل تربیت بھی دی تھی۔ جریدے کے نمائندے رافت یحییٰ نے ایک اور کتاب کے حوالے سے یہ انکشاف کیا ہے کہ امریکی یہودی جوناتھن پولارڈ نے جسے ۱۹۸۵ء میں اسرائیل کے لیے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا' پاکستان کے جوہری پروگرام کے بارے میں امریکی خفیہ معلومات اسرائیل کی خفیہ ایجنسی "موساد" کو فراہم کی تھی اور انہی کی بنیاد پر اسرائیل نے کہوٹہ پر امکانی حملے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ جریدے کا کہنا ہے کہ جس طرح اسرائیلی وزیراعظم بیگن نے مسلمان جوہری سائنس دانوں کے قتل کے ایک منصوبے کی ذاتی طور پر نگرانی کی تھی اور اس منصوبے کے ایک حصے کے طور پر مصری جوہری سائنس دان ڈاکٹر المشاد کو پیرس میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح وزیراعظم شمیر بھی مسلمان جوہری سائنس دانوں کو ختم کرنے کے ایک منصوبے کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس میں پاکستان کے ممتاز جوہری سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کے قتل کا پروگرام بھی شامل ہے۔ اخباری نمائندے کا کہنا ہے کہ پاکستان کے جوہری استعداد کو نقصان پہنچنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان دنیا کے پاس جو بچی کھچی جوہری استعداد ہے' وہ بھی ختم ہو جائے گی اور ایک طرف اسرائیل اور دوسری طرف بھارت جوہری طاقتوں کے طور پر ابھریں گے۔ اس طرح پاکستان ایک سیاسی قوت کے طور پر منظر سے ہٹ جائے گا اور یہی اس وقت انتہا پسند ہندو عناصر کا اصل ہدف ہے۔

مصری جریدے کی یہ رپورٹ کسی انکشاف کی حیثیت نہیں رکھتی لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کے جوہری پروگرام کے خلاف ہندو و یہود کی سازش ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جو آہستہ آہستہ ساری دنیا کے علم میں آتی جا رہی ہے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ حکومت پاکستان اور اس کے متعلقہ ادارے بھی پوری صورتحال سے بخوبی آگاہ ہوں گے اور نہ صرف انہیں ان خطرات کا بھرپور احساس ہوگا جو دشمنوں کی سازشیں ہمارے

لیے پیدا کر رہی ہیں اور مزید پیدا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں بلکہ وہ ان کا توڑ کرنے کے لیے تمام امکانی تدابیر اختیار کر چکے ہوں گے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور' ۱۴ر ستمبر ۱۹۹۱ء)

"کہوٹہ پر حملہ کی خبریں"

اس عنوان سے نیر زیدی نمائندہ خصوصی "روزنامہ جنگ" مقیم واشنگٹن لکھتے ہیں:

"میں ستمبر ۱۹۸۴ء میں جب اسلام آباد گیا تو بھارتی حملے کی افواہ گرم تھی۔ افواہ کیا تھی بلکہ یقین تھا کہ بھارت کہوٹہ پر حملہ کر سکتا ہے۔ میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے ملنے گیا' وہ تھکے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔ میں نے پوچھا کہ قبلہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ رات بھر یہ ہوتا ہے کہ سرحد پار جب بھارتی طیارے اڑتے ہیں اور ہمارے رڈار پر ان کی علامت ملتی ہے تو ہم سب الرٹ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد سو نہیں سکتے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور' ۱۳ر جنوری ۱۹۹۲ء)

کہوٹہ میں تباہی پھیلانے کی کوشش ناکام

"ایک حساس صوبائی ایجنسی کی رپورٹ پر کہوٹہ کے حساس علاقے کے قریب واقع ایک دکان سے بھاری مقدار میں خطرناک دھماکہ خیز مواد برآمد کر لیا گیا۔ اس طرح تباہی پھیلانے کی سازش ناکام بنا دی گئی۔ صوبائی ایجنسی نے اسسٹنٹ کمشنر کہوٹہ کو اطلاع دی کہ کہوٹہ کے علاقہ پنجاڑ میں کریانہ کی ایک دکان میں بھاری مقدار میں دھماکہ خیز مواد اور بارود موجود ہے۔ اس اطلاع پر کہوٹہ پولیس کے ہمراہ چھاپہ مارا گیا اور عبدالغفور کی دکان سے ۲۵ کلوگرام بارود' ۲ ایکسپ ادسوباکس' ۱۵ میٹر سیفٹی فیوز اور دو درجن ڈیٹونیٹر برآمد کر لیے گئے۔ دکان کا مالک عبدالغفور فرار ہوگیا جبکہ اس کے بیٹے زیلفور احمد کو گرفتار کر لیا گیا۔ دونوں کے خلاف مقدرمہ درج کر لیا گیا۔ کہوٹہ سے حساس علاقہ میں خطرناک بارود اور دھماکہ خیز مواد کی اتنی بڑی مقدار میں برآمدگی کے بعد خفیہ ایجنسیوں اور پولیس حکام نے یہ تحقیقات شروع کر دی ہے کہ اس دکان میں دھماکہ خیز مواد ذخیرہ کرنے کا مقصد کیا تھا اور یہ دھماکہ خیز مواد کہاں سے لایا گیا اور کیا اس دھندے میں کوئی دہشت گرد یا تخریب کار تو

ملوث نہیں، ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر پولیس نے تفتیش شروع کر دی ہے"۔
(روزنامہ "جنگ" لاہور، ۷ر فروری ۱۹۹۲ء)

کہوٹہ پر مسافر طیارے کی پرواز

"یہ خبر انتہائی تشویش ناک ہے کہ لاہور سے جدہ جانے والے پی آئی اے کا ایک جمبوجیٹ طیارہ، جس میں تین سو مسافر سوار تھے، اپنے مقررہ راستے سے ہٹ کر کہوٹہ کی طرف چلا گیا۔ کنٹرول کی طرف سے پائلٹ کو وارننگ بھی دی گئی کہ وہ اپنا راستہ تبدیل کرے لیکن ہوا باز مصر رہا کہ وہ درست راستے پر ہے۔ جب کامرہ سے دو ایف سولہ طیارے مشکوک صورتحال کی وجہ سے کہوٹہ پر پہنچے تو انہوں نے مذکورہ جمبوجیٹ طیارے کو اڑا دینے کی وارننگ دی جس کے بعد مذکورہ طیارہ وہاں کی فضائی حدود سے نکل گیا۔ بعض اطلاعات کے مطابق یہ تعین کیا جا رہا ہے کہ کیا پائلٹ نے شراب پی رکھی تھی یا وہ کسی دشمن کے اشارے پر آزمائش کرنا چاہتا تھا کہ کہوٹہ کا سیکورٹی نظام بروقت چوکس اور ہوشیار ہے اور اس پرواز کا مقصد حساس تنصیبات کی تصاویر اتارنا بھی ہو سکتا ہے؟ یہ سارے امکانات قومی سلامتی اور پاکستان کی نہایت حساس ایٹمی تنصیبات کے تحفظ اور دشمن طاقتوں کی سازشوں کے حوالے سے بے حد اہم اور فوری تحقیقات کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہوٹہ کی فضا میں ایک طیارے کا اس طرح پہنچ جانا بھی حفاظتی اقدامات میں بعض خامیوں کی نشاندہی کرتا ہے"۔

(اداریہ روزنامہ "جنگ" لاہور، ۳۰ر ستمبر ۱۹۹۲ء)

کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کے قریب اسرائیلی جاسوسہ گرفتار

"حساس اداروں نے پاکستان کے حساس ترین ایٹمی علاقے کہوٹہ کے قریبی مضافات میں غیر معمولی کارروائی کرتے ہوئے درمیانی عمر کی ایک اسرائیلی جاسوسہ کو گرفتار کرنے کے بعد آئی ایس آئی اور آئی بی حکام کے حوالہ کر دیا ہے اور ذمہ دار ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق یہ کارروائی تقریباً آٹھ دن پہلے اتوار کے روز اس وقت کی گئی جب مذکورہ اسرائیلی جاسوسہ کو مشکوک حالت میں کہوٹہ ایٹمی پراجیکٹ کے قریب گاؤں میں پھرتے ہوئے دیکھا گیا جس کے فوراً بعد حساس اداروں نے کارروائی کرتے ہوئے اس اسرائیلی جاسوسہ کو گرفتار کر لیا اور ذمہ دار ذرائع نے مزید بتایا کہ یہ اسرائیلی جاسوسہ بظاہر سنسکرت

بولتی ہے تاہم وہ اردو سمیت اکثر زبانیں جانتی ہے اور اسے کافی عرصہ سے کہوٹہ کے گرد و نواح میں دیکھا جا رہا تھا۔ اسرائیلی جاسوسہ کے بارے میں مزید بتایا گیا ہے کہ ان نواحی علاقوں کی دیہاتی عورتوں جیسا لباس پہنتی تھی اور مضافاتی علاقوں کے لوگوں کے مطابق وہ کئی دفعہ یہاں دیکھی جا چکی ہے۔ ان ذمہ دار ذرائع کے مطابق یہ واقعہ پیش آنے کے فوراً بعد کہوٹہ کے اردگرد تمام علاقوں میں انتہائی زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے جبکہ حفاظتی نکتہ نگاہ سے بھاری تعداد میں پاک فوج کے کمانڈوز تعینات کر دیے گئے۔ ان ذرائع نے مزید بتایا کہ اس واقعہ کے بعد اردگرد کے علاقوں میں موجود حساس اداروں کو ریڈ الرٹ کر دیا گیا ہے۔ شام کے وقت اندھیرا پھیلنے کے فوراً بعد کہوٹہ ایٹمی پلانٹ اور اردگرد کے علاقوں میں بجلی کا بلیک آوٹ کر دیا جاتا ہے۔ ان ذمہ دار ذرائع نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ منصوبہ کے مطابق اسرائیلی جاسوسہ نے اردگرد کہوٹہ کی مکمل رپورٹ تیار کرنے کے بعد اسے بھارت اور اسرائیل کے حساس اداروں کے حوالہ کرنا تھا' جس کے بعد کہوٹہ کے قریب کشمیر سے ملنے والی پہاڑیوں کے درمیان بھارت اور اسرائیل نے مشترکہ کمانڈوز ایکشن کرتے ہوئے ان علاقوں میں پیراٹروپرز گرانے تھے جس کے بعد کہوٹہ کو تباہ کرنے کی مکروہ سازش کی جاتی۔ ان ذرائع کے مطابق اگر یہ منصوبہ ناکام ہو جاتا تو دوسرے منصوبے کے تحت بھارتی اور اسرائیلی جنگی جہازوں نے پیراشوٹ بم گرا کر کہوٹہ ایٹمی پراجیکٹ کو نقصان پہنچانا تھا۔ تاہم اس اسرائیلی جاسوسہ کی گرفتاری سے یہ منصوبہ ناکام بنا دیا گیا۔ ان ذمہ دار ذرائع نے مزید بتایا کہ اسرائیلی جاسوسہ اس وقت حساس اداروں کی تفتیشی سیلوں میں ہے' جہاں اس سے مزید پوچھ گچھ کی جا رہی ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور' ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبے ناکام بنانے کی سازش کا انکشاف

"حد درجہ ذمہ دار ذرائع نے پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبے کو ناکام بنانے کی ایک سازش کا انکشاف کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس سازش میں کئی ملکی اور غیر ملکی عناصر شامل ہیں معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان سارے معاملات کا جائزہ لے رہی ہے اور عنقریب ہی سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے۔ ذرائع کے مطابق اس سازش میں مرکزی کردار ایک ہندو اور ایک قادیانی خاتون سائنس دان نے ادا کیا ہے۔ پاکستان کے خلاف اس عالمی سازش کا ابتدائی انکشاف اسلام آباد میں پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن کے سائنس دانوں

کے ایک اجتماع میں اس وقت ہوا جب ایک وزیر مملکت کی موجودگی میں پاکستان کے ایک ممتاز سائنس دان نے اس سکینڈل کا ایک واضح اشارہ دیا۔ اسلام آباد میں وزیر مملکت سردار آصف احمد علی کی صدارت میں پاکستان نیوکلیئر سوسائٹی کا اجلاس جاری تھا کہ ممتاز سائنس دان ڈاکٹر عتیق مفتی اپنی نشست پر کھڑے ہوگئے اور انہوں نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا کہ ۸۴ کروڑ ڈالر کی اس سازش پر بھی غور کیا جائے جو سی آئی اے کے ایک لیٹر پر ایکفیک کمپنی کو توانائی کے شعبہ میں ایک ٹھیکہ دینے سے شروع ہوئی اور یہ سازش بھی ایک ہندو نے ترتیب دی تھی۔ وفاقی وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کے سب سے زیادہ سینئر سائنس دان ڈاکٹر عتیق مفتی کے اس سوال پر اجلاس میں سناٹا چھا گیا۔ تاہم کسی نے ان کے اس سوال کا جواب نہیں دیا' بعد ازاں نمائندہ جنگ نے اس اہم سائنس دان سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے کہا کہ بہتر ہے کہ اس معاملے پر میری زبان نہ کھلوایئے۔ میں نے ایک لفظ بھی آپ کو بتایا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے' مجھے منظر سے ہٹانے کے لیے مجھ پر پہلے ہی دو حملے کیے جا چکے ہیں۔ مجھے ابھی خاموش رہنے دیجئے' ان الفاظ کے ساتھ سابق ڈائریکٹر جنرل نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی اور موجودہ ممبر پاکستان سائنس فاؤنڈیشن ڈاکٹر عتیق مفتی کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے اور وہ اچانک کانفرنس ہال سے غائب ہوگئے۔ عالمی شہرت یافتہ سائنس دان اور حکومت پاکستان کے گریڈ ۲۱ کے یہ افسر پاکستان کے ساتھ ہونے والی اس واردات کی مزید تفصیلات بتانے سے انکاری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں بہت جلد صدر مملکت غلام اسحاق خان کو ایک تفصیلی خط میں توانائی کے شعبہ میں پاکستان کے خلاف ہونے والی اس سازش سے پردہ اٹھاؤں گا۔ اس اہم قومی معاملے پر جنگ کی آزادانہ تحقیق کے نتیجے میں سنسنی خیز انکشافات ہوئے ہیں' حد درجہ ذمہ دار ذرائع نے بتایا ہے کہ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی (این آئی ایس ٹی) کے ذریعہ پاکستان میں سولرسیلوں اور فوٹوولٹک سیلوں میں تجارتی پیمانے پر تیاری کو روکنے کی جس سازش کا ڈراپ سین اب سامنے آیا ہے' اس کا آغاز ایک عشرہ پہلے ایک عالمی اجارہ دار ملک کی طرف سے کیا گیا تھا اب ان عالمی اجارہ داروں کے مقاصد پورے ہوگئے ہیں۔ اب این آئی ایس ٹی کی تمام مشینیں اور سائنسی آلات تقریباً بے کار ہوگئے ہیں' اور پاکستان' شمسی توانائی کی ٹیکنالوجی سے محروم ہوگیا ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ ۱۹۹۳ء میں اقوام متحدہ کے فنڈز کے ذریعہ سلیکون ٹیکنالوجی کے لیے تعمیر ہونے والی ایک عظیم الشان بلڈنگ

کا افتتاح اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے کرنا تھا مگر مبینہ طور پر وزارت سائنس کے اعلیٰ افسروں نے ڈیڑھ کروڑ روپے خورد برد کر لیے اور اس متعلقہ سائنس دان پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ نامکمل بلڈنگ کو مکمل قرار دینے کا سرٹیفکیٹ جاری کریں۔ سائنس دان کے انکار پر اسے مختلف نوعیت کی انتظامی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ تاہم پاکستانی سائنس دانوں نے سلیکون ٹیکنالوجی سے متعلق اقوام متحدہ کے مالی تعاون سے کام جاری رکھا اور سولر سیل بنانے کے پیچیدہ طریقہ کار کو دس سے بارہ گنا آسان بناتے ہوئے' پاکستان میں عالمی منڈی کے مقابلے میں ۳۰ فیصدی کم اخراجات سے سولر سیل بنا کر دکھا دیے۔ یہ سائنس دان نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی قائم کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی امداد سے پہلے اپنے گھروں سے میز کرسیاں اٹھا لائے اور مانگ تانگ کر لیبارٹری قائم کی مگر پاکستانی سائنس دانوں کی ان کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے سابق صدر ضیاء الحق کے دور کے آخری دنوں سے ملک کے اندر اور باہر سازشوں پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا جو اب بھی جاری ہے امریکہ میں مقیم ایک خاتون ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز نے اعلیٰ ترین پاکستانی حکام کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ اس خاتون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق قادیانی فرقہ سے ہے۔ امریکہ میں ورجینا پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کی سربراہ اس خاتون نے پاکستانی حکام کے سامنے ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کا ارادہ ظاہر کیا اور بتایا کہ وہ پاکستان میں سلیکون ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے کروڑوں ڈالر کی سرمایہ کاری لائے گی۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز کو پاکستان میں پہلی مرتبہ نتھیا گلی میں ہونے والی ایک پاکستان سائنس کانفرنس میں ممتاز سائنس دان پروفیسر عبدالسلام اور ایٹمی توانائی کمیشن کے سابق چیئرمین منیر احمد نے پاکستانی سائنس دانوں سے متعارف کرایا تھا۔

ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز نے پاکستان آتے ہی سیاست دانوں اور اعلیٰ افسروں میں اپنے منصوبے کا جال پھیلا دیا۔ یہ خاتون سلیکون ٹیکنالوجی کے ممتاز ماہر ڈاکٹر عتیق مفتی کے گھر بھی گئیں اور ان کی اہلیہ کو ایک لاکھ روپے ماہانہ کے عوض اپنے ادارے کے بورڈ آف گورنرز میں خدمات سرانجام دینے کی پیشکش کی۔ ذرائع نے بتایا کہ ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز اپنے ساتھ دو امریکی ماہرین کو بھی پاکستان لے آئی' یہ خاتون حکومت پاکستان کے ساتھ ۶۷ کروڑ روپے کے ایک ایسے منصوبے کو حتمی شکل دینے لگی ہے جس پر عملدرآمد کے بعد حکومت

پاکستان سلیکون ٹیکنالوجی یا دیگر متعلقہ شعبہ میں' پاکستان میں ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز کے گروپ کے علاوہ کسی دوسرے کو کام نہیں کرنے دے گی۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ اس خاتون کے ایماء پر پاکستان میں بینکرز کنسوریشم قائم کر دیا گیا۔ اس خاتون نے حکومت پاکستان کو یقین دہانی بھی کرائی کہ وہ پاکستان میں تجارتی پیمانے پر سولر سیل بنائے گی اور سرکاری سطح پر سولر سیل کی تیاری کا کام ختم کر دیا جائے گا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ پاکستان کے تین اہم سائنس دانوں نے اس خاتون کے منصوبے کی مخالفت کی اور یہ موقف اختیار کیا کہ اس طرح پاکستان میں مقامی سطح پر سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کا عمل رک جائے گا مگر کسی نے ایک نہ سنی۔ جب اس خاتون نے پاکستان میں سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ کا سرکاری عمل رکوا دیا تو امریکہ میں اس خاتون کو ایک فراڈ کے کیس میں گرفتار کر لیا گیا۔ تاہم اس وقت تک پاکستان کے سرکاری اداروں میں اس سلسلے میں سائنسی تحقیق کا عمل رک کر رہ گیا تھا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ مقامی سطح پر سولر سیلوں کی تیاری کے منصوبے کو سبوتاژ کرنے کے سلسلے میں ایک اہم کارروائی سابق وزیراعظم کے دور میں بھی ہوئی جبکہ کمار نامی ایک ہندو' ایک عرب شہزادے کا منیجر بن کر پاکستان آیا اور اس نے اعلیٰ ترین پاکستانی حکام کو سولر سیل کے سلسلے میں یہ تجویز پیش کی کہ وہ ۳۰۰ میگا واٹ کے سولر سیل درآمد کر کے پاکستان لائے گا۔ اس مقصد کے لیے ایٹاک نامی ایک کمپنی کو متعارف کرایا گیا اور اس کمپنی نے بہت سے پاکستانی افسروں کے بیرون ملک دورے کرائے اور سولر سیل درآمد کرنے کے لیے لیٹر آف انٹینٹ کے حصول کے لیے راہ ہموار کر لی' یہ فرم پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن کے ایک سابق ملازم کو بھی بطور معاون اپنے ساتھ پاکستان لائی تھی۔ کمپنی نے حکومت پاکستان کے ساتھ کاغذوں پر یہ معاملہ کیا کہ چھ سال کے لیے ۸۴۰ ملین ڈالر کا قرضہ اس کمپنی کو عالمی ذرائع سے دلایا جائے گا۔ اس کمپنی نے پاکستان میں سولر سیل بنانے کی ایک فیکٹری قائم کرنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ اس پیشکش کے بعد مقامی سطح پر سولر سیل بنانے کے لیے کوشش کرنے والے پاکستانی سائنس دانوں کے ساتھ زیادتیاں شروع ہو گئیں۔ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سلیکون ٹیکنالوجی کے اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر عتیق مفتی کو کھلے الفاظ میں کہا گیا کہ اگر آپ نے سولر سیل بنانے کی کوشش کی تو ہم آپ کو دنیا کے لیے عبرتناک مثال بنا دیں گے۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ کمار نامی ہندو سعودی شہزادے کے منیجر کے طور پر حکومت پاکستان کے افسروں کو سولر سیل

کی فیکٹری کے قیام کا جھانسہ دیتے رہے اور بعد ازاں جب اس کمپنی کو ۱۰ میگا واٹ کے سولر سیل بنانے کے فیزبلٹی رپورٹ پیش کرنے کو کہا تو وہ کمپنی انکار کر کے واپس چلی گئی۔ ذرائع نے بتایا کہ عالمی اجارہ دار ایک ہندو کے ذریعہ پاکستان میں سولر سیل کے منصوبوں کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنا کام سرانجام دے کر چلے گئے۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ پاکستان میں سلیکون ٹیکنالوجی کے ماہر ڈاکٹر عتیق مفتی ان دنوں اسلام آباد کی پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کے ایک گوشے میں بیٹھے ہیں۔ سائنس دانوں کی برادری میں انہیں شہید سائنس دان قرار دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو درجنوں عالمی فورموں میں شرکت کے دعوت نامے ملتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں عالمی کانفرنسوں میں شرکت سے روکنے کی تدابیر کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں شمسی توانائی کے منصوبوں کو سبوتاژ کرنے کے سلسلے میں ہونے والی عالمی سازشوں سے متعلق مزید سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور' ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۲ء)

پاکستان کے اہم راز اور اقلیتی گروہ

"ایک اطلاع میں باخبر ذرائع کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ تھرپارکر کے سرحدی علاقوں میں مقیم ایک اقلیتی فرقہ (قادیانی) کے دو گروہ پاک بھارت سرحدوں کے ساتھ پاکستان کی فوجی نقل و حمل اور دیگر امور سے متعلق اہم رازوں کی رپورٹ روزانہ بھارت بھیج رہے ہیں۔ ان ذرائع کے مطابق ان اقلیتی گروہوں میں شامل پڑھے لکھے بھارتی ایجنٹوں کی ایک خفیہ میٹنگ "چھور" میں ہوئی تھی' جس میں لائحہ عمل طے کیا گیا تھا۔ یہ عناصر سندھ کے محب وطن عوام میں پاکستان اور مسلح افواج کے خلاف نفرت پھیلانے اور مذہب سے دور کرنے کی غرض سے شر انگیز لٹریچر پمفلٹوں اور کتابچوں کی صورت میں تقسیم کر رہے ہیں۔ سندھ میں "را" اور "موساد" کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں سے متعلق تواتر سے سامنے آنے والی اطلاعات کے پیش نظر' یہ اطلاع چنداں تعجب خیز نہیں ہے۔ سندھ میں پاکستان دشمن قوتوں کے بارے میں ماضی میں جو انکشافات ہو چکے ہیں' ان کی روشنی میں اس اقلیتی فرقہ کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم کرنا مشکل نہیں ہے۔ اطلاع میں اس امر کی نشاندہی بھی ہو چکی ہے کہ چھور اور نواح کے سرحدی علاقے ان کی سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔ جس کے بعد اس بارے میں ابہام نہیں رہ جاتا۔ یہ فرض سرحدوں

کی حفاظت پر مامور اداروں' پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ہے کہ وہ ان کی سرگرمیوں کو کچلنے کے لیے موثر تدابیر اختیار کریں اور ان لوگوں کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا جائے تاکہ آئندہ عوامی سطح پر ان کا احتساب اور ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کی صورت پیدا ہو سکے۔ یہ بات اگر درست ہے کہ ان سرحدوں سے اہم ملکی اور فوجی راز بہ آسانی بھارت منتقل ہو رہے ہیں تو یہ صورتحال متعلقہ اداروں کے لیے لمحہ فکریہ ہونی چاہیے۔ بہرحال ان اداروں کا فرض ہے کہ اس بارے میں عوام کو حقائق سے آگاہ کریں اور ایسے ٹھوس اقدامات کیے جائیں کہ ملک دشمن عناصر کا مکمل طور پر قلع قمع کیا جا سکے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' ۵/ جنوری ۱۹۹۴ء)

قادیانی جاسوسوں کی گرفتاری

روزنامہ "خبریں" لاہور مورخہ ۵/ جولائی ۱۹۹۵ء کی خبر کے مطابق خفیہ ایجنسی نے کمپیوٹر کے ادارے کے مالک اور اس کے ملازمین کو پاکستان کے اہم راز یہود و ہنود کو پہنچانے کے جرم میں گرفتار کر لیا۔ ادارے کا مالک آسٹریلوی نژاد ہے اور یہ سب لوگ قادیانی ہیں۔ پوری خبر اس طرح ہے:

"اسلام آباد (نیوز ڈیسک) ایف آئی اے نے مبینہ طور پر پاکستان کے ایٹمی اور دیگر خفیہ راز بھارت اور اسرائیل کو پہنچانے والے کمپیوٹر ایکسپرٹ ڈاکٹر مبشر احمد کو گرفتار کر کے اس کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے' جبکہ ایف آئی آر سربمہر کر دی گئی ہے۔ فرنٹیئر پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق اسلام آباد کے بلیو ایریا میں میڈیالنک کے نام سے واقع ایک کمپیوٹر فرم کا مالک ڈاکٹر مبشر احمد' جسے آسٹریلیا کی شہرت حاصل ہے' کو اپنے بھتیجے قاسم محمود کے ساتھ ایئرپورٹ جاتے ہوئے پچھلے مہینے کی ۱۸ تاریخ کو ایف آئی اے نے گرفتار کیا تھا۔ ڈاکٹر مبشر قادیانی ہے اور اس کے دوستوں نے بتایا کہ اسے گرفتاری سے دس روز قبل ہی خفیہ والوں نے غائب کر دیا تھا جبکہ اس کے تین قادیانی ملازموں کو بھی تین ماہ قبل گرفتار کیا گیا تھا۔ اخبار نے یہ بھی لکھا ہے کہ میڈیالنک کے توسط سے ڈاکٹر مبشر ملک کے حساس اداروں اور ایٹمی انرجی پلانٹ میں کمپیوٹرز کی تنصیب اور دیگر امور کی آڑ میں خفیہ طور پر معلومات حاصل کر کے دشمن

ممالک کو فراہم کرتا تھا' جس کے انکشاف پر اسے فوری طور پر گرفتار کر لیا گیا۔ اس سلسلے میں اس کی آسٹریلوی شہرت رکھنے والی بیوی ساندرا احمد بھی اس کی خاطر خواہ مدد و معاونت کرتی تھی اور یہ سب رابطے وہ اپنی میوزک اکیڈمی کی آڑ میں کرتی تھی۔ ڈاکٹر مبشر کے دوستوں نے بتایا کہ خفیہ ایجنسی کی تحویل میں ڈاکٹر کو دل کا دورہ پڑا تو وہ اسے ایک فرضی نام سے ہسپتال لے آئے' جس پر اس کے گھر والوں کو اس کی ہسپتال میں علاج کی اطلاع دی گئی۔ انہوں نے کوہسار تھانے میں ڈاکٹر کی گمشدگی کی اطلاع کر رکھی تھی۔ اس کی بیوی نے جب آسٹریلوی سفارت خانے سے رابطہ کیا تو انہوں نے بھی مقدمے کے فیصلے تک پیش رفت کا اظہار نہیں کیا جبکہ دوسری طرف معلوم ہوا ہے کہ اس کی بیوی کو اڈیالہ جیل میں جوڈیشل ریمانڈ پر قید ڈاکٹر سے ملنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے"۔

قادیانی گروہ اول روز سے اسلام اور مسلمان کے دشمن کافروں کی وفاداری کا نہ صرف علی الاعلان اعتراف کرتا ہے بلکہ اس کو باعث افتخار سمجھتا رہا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزی حکومت سے غیر مشروط وفاداری کے اعلان کے ساتھ اپنے خاندان کی ان خدمات کا برملا اعتراف کیا ہے' جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانان برصغیر کے خلاف انگریزوں کی مدد کے لیے انجام دیں۔ ان خدمات میں پچاس گھوڑے مع مسلح سواروں کے ساتھ پیش کرنے کے ساتھ مسلمانوں کی مخبری کی خدمات بھی شامل تھیں۔ گویا مسلمان دشمنی کے ساتھ جاسوسی کا عمل قادیانی گروہ کے خمیر میں شامل چلا آ رہا ہے۔ غالباً اسی بناء پر شاعر مشرق علامہ اقبال نے لکھا تھا کہ "قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں"۔ قیام پاکستان کے بعد سر ظفراللہ قادیانی کو بعض حکومتی مجبوریوں کے سبب وزیر خارجہ مقرر کرنا پڑا تو اس نے بیرون ملک پاکستانی سفارت خانوں کو قادیانیت کی اشاعت کے مراکز بنانے کی پوری کوشش کی اور اندرون ملک' وزارت خارجہ کے محکموں میں قادیانیوں کی بھرمار کر دی۔

اسرائیل' مغربی سامراج کی زیر نگرانی عالم اسلام کے لیے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی غیر یہودی تنظیم کو وہاں اپنا مرکز قائم کرنے اور مشنری کام کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک تاریخی اور واقعاتی حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے وقت بھی اسرائیل میں قادیانی مشن باقاعدہ مصروف عمل تھا بلکہ اسرائیلی حکومت کی اسے پوری مدد حاصل تھی اور

بعد میں اس مشن کے روابط' ربوہ اور قادیان دونوں قادیانی مراکز سے کوئی راز کی بات نہیں رہی۔ حال ہی میں قومی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں سعودی گزٹ مورخہ یکم اپریل ۱۹۹۴ء کے حوالے سے یہ خبر دی گئی ہے "۱۹۸۶ء میں اسرائیل کے وزیراعظم چین ہیروز نے قادیانی مشن کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک ملین (دس لاکھ) امریکی ڈالر کی رقم دی تھی"۔

روس کے اشتراک و تعاون اور انگریزوں کی مدد سے لندن سے سیٹلائٹ اور دنیا بھر میں ڈش انٹینا کے ذریعہ قادیانیت کی تشہیر کے لیے "احمدیہ مسلم ٹیلیویژن" کے نام سے نشریاتی ادارہ قائم کیا گیا ہے' جو مختلف زبانوں میں قادیانیت کی تبلیغ کرتا ہے اور اس میں مرزا طاہر قادیانی کے خطبے اور بیانات بھی نشر کیے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں قادیانیوں کو سرکاری سرپرستی میں ملک کے گوشے گوشے میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیے سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ قومی ڈائجسٹ کی رپورٹ کے مطابق سری نگر سے مدراس اور بمبئی سے کلکتہ تک کوئی قابل ذکر شہر ایسا نہ ہوگا' جس میں قادیانیوں کے سینٹر قائم نہ کیے گئے ہوں اور یہ سینٹر خصوصیت سے ان ہی علاقوں میں قائم ہوئے ہیں' جہاں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہوتی ہے۔ ۱۹۸۸ء میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کے موقعہ پر مشرقی پنجاب میں شورش اور بدامنی کا طوفان برپا تھا اور علاقہ میں غیر ملکیوں کا داخلہ ممنوع تھا لیکن دنیا بھر کے قادیانیوں کو حکومت نے خصوصی اجازت دے دی تھی۔

ان اشارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہود و ہنود کے ساتھ قادیانیوں کی کیسی رشتہ داری ہے اور دنیا کی یہ دونوں قومیں نسلی افتخار کی دعویدار ہیں۔ پھر یہود کے ہاتھ میں اس وقت دنیا کی سیاسی باگ ڈور بھی ہے اور مشرق و مغرب کی کوئی حکومت ان کے اشاروں کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اس پس منظر میں یہود و ہنود کی بین الاقوامی سطح پر قادیانی گروہ پر نوازشات کی بارش ہر ذی فہم کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ قادیانی گروہ ان اقوام عالم کا آلہ کار ہے اور ان اقوام کے اثر سے نکلنے کے لیے مسلمان جو اقدام اور راستہ اختیار کرنے کی سوچتے ہیں' اس کی مخبری اور جاسوسی کر کے مسلمانوں کو ناکام بنا دینے کی پالیسی قادیانیوں کا بنیادی مقصد ہے۔

حکومت پاکستان کے کلیدی محکموں پر قادیانیوں کا تسلط کھلی بات ہے۔ ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے اس جانب سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں کہ جو گروہ اسلام اور مسلمانوں کا کھلا دشمن ہے' ہندو اور یہودیوں کو اس گروہ کی وفاداری پر پورا بھروسہ ہے۔ وہ پاکستان

اور اس کے حکمرانوں کا وفادار کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کھلی حقیقت سے عملی انکار کا نتیجہ یہی نکل سکتا ہے کہ کوئی قومی راز پوشیدہ نہ رہ پائے اور اسلام آباد میں موجودہ گرفتاریوں کا واقعہ تو غالباً کسی بے احتیاطی کا شاخسانہ ہے ورنہ قادیانی گروہ تو بڑے منظم انداز میں اس راہ پر گامزن ہے۔ اے کاش کہ ہمارے حکمران ہوش کے ناخن لیں اور رقص و سرود کی محفلوں سے باہر نکلیں' اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں' قوم کی صحیح منزل کی جانب رہنمائی کریں' ورنہ جن لوگوں نے مغلیہ اقتدار کی بساط لپیٹنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا' موجودہ دور کی بساط اقتدار کو تو پھونک سے اڑا سکتے ہیں۔ مسلمان اپنے اصحاب اقتدار سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ پاکستان کے تمام کلیدی سرکاری مناصب سے قادیانیوں کو علیحدہ کیا جائے اور ڈاکٹر مبشر کے ساتھ مرزا طاہر اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو پاکستان واپس لا کر جاسوسی کے اس معاملہ میں شامل تفتیش کیا جائے اور مقدمہ کھلی عدالت میں چلایا جائے"۔

(اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی' جلد ۱۴' شمارہ ۶' ۷ تا ۲۰ جولائی ۱۹۹۵ء)

کہوٹہ پلانٹ سے ایٹمی راز چوری کرنے کی اسرائیلی سازش

"کہوٹہ پلانٹ سے ایٹمی راز چوری کرنے کی سازش اس وقت ناکام بنا دی گئی جب اسرائیل کی انٹیلی جنس "موساد" کے لیے کام کرنے والی ایک مبینہ جاسوسہ نے اپنے شوہر کے ذریعے پاکستان اٹامک انرجی کے کمپیوٹروں کے جدید نظام کی تنصیب کرتے وقت فلاپی پر اہم معلومات منتقل کر دیں۔ باخبر ذرائع کے مطابق انٹر سروسز انٹیلی جنس نے ایٹمی راز چوری کرنے کے اس منصوبے کو ناکام بنا کر ایک کمپیوٹر انجینئر گرفتار کر لیا۔ جبکہ اس کے ساتھ اس سازش میں شامل مزید تین افراد گرفتار کیے گئے۔ مذکورہ کمپیوٹر انجینئر ایک "غیر مسلم قادیانی" ڈاکٹر بتایا گیا ہے۔ جبکہ اس کی بیوی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس کے غیر ملکی افراد سے روابط تھے۔ آئی ایس آئی نے تحقیقات کے بعد عدالتی کارروائی کے لیے کیس ایف آئی اے کے سپیشل تحقیقاتی یونٹ کے حوالے کر دیا ہے جس نے پنڈی میں سپیشل جج سے ملزموں کا ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔ اس ضمن میں اہم انکشافات متوقع ہیں۔ ذرائع کے مطابق اسرائیل کی طرف سے پاکستان کے ایٹمی راز چوری کرنے کی یہ پہلی کوشش نہ تھی۔ اس سے قبل بھی کہوٹہ پلانٹ میں کام کرنے والے بعض سائنس دانوں کو بلیک میل کر کے اہم راز چوری کرنے کی کوشش کی گئی۔ ذرائع کے مطابق ایک شخص کراچی کے ایٹمی پاور پلانٹ اور کہوٹہ سے انتہائی اہم معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ یہ سازش اس وقت ناکام ہوگئی جب اس کی ایک عزیزہ کو اس راز کا علم ہوگیا اور وہ ذہنی دباؤ کے باعث

بیمار ہوگئی۔ ماہر نفسیات نے حساس اداروں کو آگاہ کیا کہ اس خاتون کے پاس کوئی بہت بڑا راز ہے۔ اس طرح اس خاتون نے ایٹمی راز چوری کرنے کی سازش کے بارے میں حساس اداروں کو آگاہ کیا"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' ۱۰ر اگست ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر عبدالسلام اور اسلامی سائنس فاؤنڈیشن

"گلف ٹائم کو انٹرویو دیتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا کہ وہ اسلامی ملکوں میں سائنس کے فروغ کے لیے فاؤنڈیشن قائم کریں گے تاکہ اسلامی ممالک کے باصلاحیت سائنس دان اپنے علم میں اضافہ کر سکیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا کہ اسلامی ملکوں میں سائنسی علوم کے فروغ کے لیے ٹھوس اقدامات نہیں کیے گئے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے ٹریسی اٹلی میں نظریاتی طبیعات کا بین الاقوامی مرکز قائم کیا ہے' جس کے وہ ڈائریکٹر ہیں۔ اس مرکز سے ایک ہزار سائنس دان طبیعات کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سلام کے مرکز کو بین الاقوامی ایٹمی اداروں اور یونیسکو کا بھی تعاون حاصل ہے۔ ڈاکٹر سلام نے بتایا کہ فاؤنڈیشن غیر سیاسی ادارہ ہوگا اور اسے مسلم ممالک کے سائنس دان چلائیں گے۔ اس کے علاوہ اسے اسلامی کانفرنس کی تنظیم سے منسلک کر دیا جائے گا۔ تاہم ڈاکٹر سلام نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ مجوزہ فاؤنڈیشن کے لیے انہوں نے ایک ارب ڈالر کی تجویز رکھی تھی' لیکن کانفرنس نے اس کے لیے ۶۰ کروڑ ڈالر کی منظوری دی۔

قابل افسوس بات یہ کہ اسلامی طبیعاتی فاؤنڈیشن کے نام سے قائم کردہ اس ادارے کو اسلامی کانفرنس جس کے سیکرٹری جنرل پاکستان کے مشہور بیورو کریٹ جناب شریف الدین پیرزادہ تھے' اس منصوبے کی توثیق کر دی' جسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ابتدائی طور پر ساٹھ کروڑ ڈالر بھی مہیا کر دیے گئے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر عبدالسلام نے مطالبہ کیا کہ اسلامی کانفرنس اسے کم از کم ایک ارب ڈالر اور مہیا کرے۔

اسلامی کانفرنس نے انہیں یہ عہدہ دے کر سنگین غلطی کی ہے۔ اس لیے کہ ان کا تعلق قادیانی گروہ سے ہے' جو پوری امت کے نزدیک کافر مرتد ہے۔ کانفرنس کی ہی ایک ذیلی تنظیم "اسلامی فقہ اکیڈمی" جس میں ۴۷ ممالک کے علماء شامل ہیں' فتویٰ دیا ہے کہ قادیانیوں کے دونوں گروپ کافر و مرتد ہیں۔ اب ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے باوجود ابھی تک ان کو کیوں بدستور اس عہدہ پر رکھا گیا ہے۔ کیا اسلامی کانفرنس کی تنظیم میں کسی کافر مرتد کو بھی عہدہ دیا جا سکتا ہے؟ نہ معلوم کن کے مشورے سے ان کو یہ

عہدہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ مسلم ملکوں میں اس سے بہت اچھے چوٹی کے سائنس دان موجود ہیں۔

ایک اخباری اطلاع کے مطابق اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل جناب شریف الدین پیرزادہ نے مسلمانوں کے دوسرے مذاہب اختیار کرنے کی روش کو روکنے کے لیے ایک مربوط منظم لائحہ عمل اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ اس معاملہ کو انہوں نے قابل تشویش مسئلہ قرار دیا ہے جو نہ صرف افریقہ بلکہ ایشیا کے بھی چند علاقوں میں عیسائی مشنریوں کی مربوط کوششوں سے کھڑا ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان مشنریوں نے بالخصوص مسلمانوں کے غریب طبقے کو ہدف بنا رکھا ہے۔

عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں بنگلہ دیش اور بھارت اور خصوصاً انڈونیشیا میں خطرناک حد تک بڑھتی جا رہی ہے۔ علماء کرام اور دینی تنظیمیں اپنے اپنے طور پر اور اپنے اپنے ملکوں میں جہاں تک ممکن ہے' عیسائیت کا مقابلہ کر رہی ہیں لیکن اس پر تشویش کا اظہار کافی نہیں۔ دنیا کے تمام ملکوں کو چاہیے کہ وہ نہ صرف عیسائیت کے مقابلے کے لیے بلکہ ہر باطل کے تعاقب خصوصاً قادیانیت' یہودیت' بہائیت' پرویزیت جو دراصل عیسائیوں کی ہی پیداوار ہے---- کمربستہ ہو جائیں اور ہمارے نزدیک تو اسلامی کانفرنس کی تنظیم ہی اس کام کو بہتر اور احسن طریقے پر انجام دے سکتی ہے۔

جناب شرف الدین پیرزادہ کی تشویش اپنی جگہ بجا لیکن قادیانیت کے مبلغ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو اس قدر آگے بڑھانے اور مسلمانوں اور عالم اسلام میں مقبول کرانے میں ہمارے ہی چند ناسمجھ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا ہاتھ ہے جو ایک طرف تو اسلام کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک مرتد سائنس دان کی پذیرائی کر کے اور اس کی شان میں قصیدہ خوانی کر کے اسے یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اندر گھس کر ہماری امداد کے بل بوتے پر قادیانیت کو سچا مذہب قرار دینے کا کام سرانجام دے۔

ہم ان لوگوں سے جو ہم پر "سائنس دشمنی" کا الزام لگاتے ہیں' سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے قادیانی لٹریچر میں یہ نہیں پڑھا؟ جس میں یہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل انعام کا ملنا قادیانی مذہب کے سچے ہونے کی دلیل ہے اور یہ کہ "اسلام کو غالب" کرنے یعنی قادیانیت کو غالب کرنے کے لیے ڈاکٹر عبدالسلام جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔

دنیائے اسلام میں ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی سے بہت زیادہ ذہین ترین اور مایہ ناز سائنس دان موجود ہیں۔ اسلامی ممالک کو چاہئے کہ ان کی خدمات حاصل کرے اور ڈاکٹر

عبدالسلام جیسے لوگوں کا محتاج نہ بنے۔ اسلامی تنظیم کی کانفرنس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ڈاکٹر عبدالسلام کے قادیانی ہونے کے بارے میں پوری دنیا پر واضح کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔

ڈاکٹر عبدالسلام کو ''مسلمان'' کہنے پر سندھ ہائی کورٹ میں رٹ

''۲۳/ دسمبر ۱۹۷۹ء کو کراچی کے معروف ایڈووکیٹ جناب ایم ایم کے اے زئی نے سندھ ہائیکورٹ میں ڈاکٹر عبدالسلام' کراچی ٹیلی ویژن' ریڈیو پاکستان' ایڈیٹر ہفت روزہ لاہور' ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ' ایڈیٹر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ' کے خلاف آئینی درخواست نمبر 2165/79 دائر کی۔ سندھ ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے اس درخواست کی سماعت کی۔ بنچ چیف جسٹس آغا علی حیدر اور جناب جسٹس اے وی اخوند پر مشتمل تھا۔ درخواست گزار جناب زئی ایڈووکیٹ نے عدالت کو بتایا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل انعام ملا ہے اور مذکورہ ادارے اور افراد ڈاکٹر عبدالسلام کو ایک مسلمان کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں۔ جبکہ یہ آئین پاکستان کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور انہیں مسلمان کہنا آئین کی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے عدالت سے استدعا کی ہے کہ مذکورہ افراد اور اداروں کو آئین کی اس خلاف ورزی سے روکا جائے۔ عدالت نے مسٹر زئی ایڈووکیٹ کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ محفوظ کر لیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام' خدمت اسلام کا عزم

''معروف سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے عزم ظاہر کیا ہے کہ وہ پاکستان اور اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ عمر کا آخری حصہ پاکستان میں گزاریں۔ ڈاکٹر عبدالسلام ایک باصلاحیت سائنس دان ہیں اس لیے پاکستانی قوم یقیناً ان کی خدمات سے مستفید ہو کر خوش ہوگی لیکن اب تک کسی پاکستانی حکمران یا جماعت نے نہ تو انہیں ملک کی خدمت کرنے سے روکا ہے اور نہ انہیں پاکستان سے باہر رہنے پر مجبور کیا ہے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ ایوب' یحییٰ اور بھٹو دور میں ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی' جس کا اعتراف ڈاکٹر صاحب نے بھی کیا ہے۔ مگر ڈاکٹر نے بھٹو دور میں سرکاری مشاورت سے اس وقت استعفیٰ دے دیا تھا جب مسلم امہ کے پرزور مطالبہ

پر پارلیمنٹ نے بھٹو مرحوم کی ہی زیر قیادت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک افراد نے پوری قوم کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرنے کے بجائے اس کی مزاحمت کی اور ڈاکٹر صاحب بھی مشاورت سے مستعفی ہو گئے۔ مرحوم ضیاء الحق کے دور میں بھی ڈاکٹر عبدالسلام کی پاکستان میں پوری آؤ بھگت ہوئی مگر انہوں نے وطن واپسی گوارا نہ کی۔ اب ہو سکتا ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں وہ وطن واپسی کی راہ ہموار کر رہے ہوں لیکن ان سے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ وطن آ کر کس اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی، جس پر امت مسلمہ کا ایمان ہے اور ختم نبوت جس کا لازمی جزو ہے، یا مرزا غلام احمد قادیانی کے پیش کردہ "اسلام" کی، جس میں نئے نبی کی آمد کا دروازہ چوپٹ کھلا ہے۔ بہرحال سارے پہلو ڈاکٹر صاحب کے پیش نظر رہنے چاہئیں اور انہیں وطن واپس لانے والوں کو بھی اس کا اندازہ ہونا چاہیے۔

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں!"

(ادارتی نوٹ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۷ مئی ۱۹۸۹ء)

"ایک موقع پر بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا کہ پاکستانیوں میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے عزم کا فقدان ہے۔ عہد حاضر میں سائنس و ٹیکنالوجی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں اور وہی قومیں دنیا میں بالادست کردار اور باوقار مقام کی حامل ہیں جو سائنس و ٹیکنالوجی کے آفاق مسخر کر چکی ہیں۔ مسلمانوں کے لیے علم کا حصول، انفس و آفاق کی حقیقتوں کا شعور و ادراک اور انہیں انسانی فلاح و بہبود کے لیے استعمال میں لانے کی سعی و تدبیر ایک مقدس مذہبی فریضہ ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کے غلط قواعد و ضوابط کا حوالہ بھی دیا ہے، جس کے باعث انہیں اٹلی کے تحقیقی مرکز کے لیے پاکستان سے باصلاحیت نوجوان لے جانے میں کامیابی نہیں ہو سکی۔

ڈاکٹر عبدالسلام کے اس انٹرویو کے ردعمل میں روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے اپنے اداریہ **"ڈاکٹر عبدالسلام کا شکوہ"** کے عنوان سے لکھا:

"اس میں شک نہیں کہ ہمارے قوانین اور قواعد و ضوابط کا گورکھ دھندا ملکی تعمیر و ترقی کی راہ میں ایک اہم رکاوٹ ہے، جو ایک صدی قبل کی سوچ اور نوآبادیاتی نظام کی پیچیدگیوں پر مبنی ہے اور یہ ایک طرفہ تماشہ ہے کہ

نسبتاً کم تر مفید شعبوں کے افراد اور طائفوں کی بیرون ملک روانگی کی راہ میں تو یہ قواعد و ضوابط کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں لیکن اس ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کا تعلق پاکستان کی ایسی اقلیت سے ہے' جسے برصغیر کے مسلمانوں اور بعد میں پاکستانیوں نے فراخدلی کے ساتھ اجتماعی دھارے میں ضم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور جعلی نبوت کے فسوں سے نجات حاصل کر کے بارگاہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم میں سرنگوں ہونے کی ترغیب دیتے رہے لیکن اس اقلیتی گروہ نے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان سواد اعظم سے بالکل الگ تھلگ رکھا بلکہ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے اور مسلمانوں کی قابل احترام شخصیات کی توہین و تنقیص کی روش اختیار کیے رکھی اور اسلامی مملکت میں اس اقلیت سے تعلق رکھنے والوں کو جو مناصب عطا ہوئے' انہیں بھی گروہی مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کیا گیا اور عامتہ المسلمین کے مجموعی مفادات کو نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

سر ظفراللہ خان' مسٹر ایم ایم احمد اور ایسے ہی دوسرے افراد کا کردار ہماری قومی تاریخ کا حصہ ہے۔ جناب عبدالسلام بھی سابق حکومتوں کے سائنسی مشیر کے منصب پر فائز رہے لیکن اس دور میں انہوں نے پاکستان کی کیا رہنمائی فرمائی' اس سے قوم بے خبر ہے۔ اب بھی اس امر کا اندیشہ ہے کہ کہیں ڈاکٹر صاحب' قادیانی نوجوانوں ہی کو تو بیرون ملک لے جانے کے خواہش مند نہیں تھے' جنہیں حکومت نے قوم کی اجتماعی خواہشات کے احترام میں باہر لے جانے کی اجازت نہ دی ہو۔ بہرحال حقیقت حال کیا ہے' اس کی وضاحت تو حکومت ہی کر سکتی ہے"۔

(اداریہ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' ۲ نومبر ۱۹۸۹ء)

مولانا سمیع الحق کا پارلیمنٹ میں بیان

"سینیٹر مولانا سمیع الحق نے ارکان پارلیمنٹ پر اصل حقیقت واشگاف کی کہ ٹری است اٹلی میں واقع سائنسی انسٹیٹیوٹ میں مشہور سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے جو

بی بی سی لندن کو انٹرویو دیتے ہوئے پاکستانی طلبہ کی قلت' عدم رجحان اور لاپرواہی کی شکایت کی ہے' اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ پاکستانی قواعد و ضوابط اس کے لیے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں یا طلبہ میں فنی اور سائنسی تعلیم کا رجحان کم پایا جاتا ہے بلکہ دراصل واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ اس کے پس منظر میں ڈاکٹر عبدالسلام کی اصل تحریک اور مشن کی تکمیل کو نقصان پہنچا ہے۔ چونکہ ٹری اسٹ کے سائنسی انسٹیٹیوٹ تک رسائی اور داخلہ سے فائز المرامی تک کے سارے مراحل' ڈاکٹر صاحب موصوف اور اسی گروہ سے تعلق رکھنے والی دوسری برگزیدہ شخصیتوں کی ممونیت' احسان مندی' شرائط کی جکڑ بندی' مخصوص ذہنی تربیت اور ایک مخصوص گروہ کے مفادات کے تحفظ کے معاہدوں اور مضبوط ضمانتوں سے گزرنا پڑتا ہے جو اہل ایمان اور غیرت مند مسلمانوں کے ایمان و کردار اور توحید و رسالت سے غداری کے مترادف ہے۔ مولانا سمیع الحق نے پارلیمنٹ میں کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام اور اس کے پیشرو مسٹر ظفراللہ اس راہ سے اب تک کتنے اہل ایمان اور نوجوان طلبہ کی جمعیت اسلامی کا جھٹکا کر چکے ہیں' انہیں ہدایت اور صراط مستقیم سے بھٹکا کر جہنم کے گڑھوں میں اوندھے منہ دھکیل چکے ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے ارکان پارلیمنٹ پر واضح کیا کہ پاکستانی طلبہ میں سائنسی تعلیم کا رجحان اور اس فن میں کمالات کے حصول کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے اور الحمدللہ کہ وہ سائنسی تعلیم میں مہارت کی وجہ سے دنیا میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے ہیں مگر یہاں کے غیور مسلمان ایک معروف قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے ذریعے اپنے بچوں کا جھٹکا نہیں کرانا چاہتے اور یہ ساری باتیں سینٹ کے ریکارڈ کا حصہ ہیں جب لندن میں مرزا طاہر نے اپنے آقایان ولی نعمت کی خوشنودی کے لیے پیش گوئی کی تھی کہ اب "پاکستان توڑ دیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا' اللہ تعالیٰ اس ملک کو تباہ کر دے گا اور یہ ملک صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گا تو مولانا سمیع الحق نے پارلیمنٹ میں مرزا صاحب کی تقریر کی کیسٹ سنانے اور ملکی و قومی مجرموں کو بے نقاب کر کے واقعی سزا دے کر عدل و انصاف قائم کرنے کا مطالبہ کیا تھا' جس پر اس وقت کے وزیر قانون بھی اب کے وزیر باتدبیر کی طرح وکیل صفائی بن گئے تھے"۔

ڈاکٹر عبدالقدیر کی گواہی

"قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے بارے میں پچھلے دنوں پاکستان بلکہ عالم اسلام کے مایہ

ناز سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے کہا تھا کہ:

"نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کے ٹرسٹ کے انسٹیٹیوٹ سے بحیثیت ملک پاکستان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ سال میں ایک دو افراد کی تربیت ملک کے لیے سرے سے ناکافی ہے۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی، ص ۱۲، ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے جو کچھ فرمایا صحیح فرمایا لیکن ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو پاکستان کے فائدے سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اسے قادیانیت سے غرض ہے۔ وہ سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ کے نام سے جو رقم وصول کر رہا ہے، گو وہ پاکستان کے نام سے لیتا ہے لیکن اس رقم کا اکثر حصہ قادیانیت کے فروغ پر خرچ ہوتا ہے۔

بہرحال اگر واقعی تیسری دنیا کے سربراہان حکومت اس قادیانی کے فریب میں آ گئے اور اس قادیانی پر انہوں نے اعتماد کر لیا تو یہ ان ملکوں کے لیے تباہ کن ہوگا کیونکہ ڈاکٹر مذکور کا اصل مقصد ان ملکوں کے خفیہ راز حاصل کر کے اپنے ان آقاؤں کو پہنچانا ہے جن سے اس نے نوبل پرائز لیا اور جن کا یہ تنخواہ دار ایجنٹ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تیسری دنیا کے ممالک اس غدار اور جاسوس سے خود بھی بچیں گے اور دوسروں کو بھی بچائیں گے"۔

(اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی)

پاکستان سوسائٹی برائے فروغ تعلیم، سائنس و ٹیکنالوجی

"پاکستان سوسائٹی برائے فروغ تعلیم سائنس و ٹیکنالوجی کا مرکزی دفتر برطانیہ لندن میں ہے جبکہ پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں اس کے ذیلی دفاتر موجود ہیں۔ اس سوسائٹی کے سربراہ ڈاکٹر عبدالسلام ہیں۔ اس کا نائب صدر ایک انگریز سرجارج پورٹر ہے جو لندن کی رائل سوسائٹی کا صدر بھی ہے۔ سیکرٹری جنرل محمد نعیم اللہ انجینئر ہیں۔ ان کے دستخطوں سے جاری کردہ ایک لیٹر پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کو بھیجا گیا، جس میں اندرون ملک آبی راستوں کے ذریعے جہاز رانی اور زبان کے متعلق تجاویز ہیں۔ ان دونوں مسئلوں پر ذہین طلباء کو پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اپنے لندن کے ایڈرس پر جواب لکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

پاکستان سوسائٹی برائے تعلیم فروغ سائنس و ٹیکنالوجی کا قیام بھی ایک فریب ہے۔

پاکستان کی یونیورسٹیوں میں یہ چٹھی بھیج کر مسلمان طلبہ پر ایک جال پھینکا گیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم اس چٹھی پر درج مسائل پر پی ایچ ڈی کرنا چاہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی راہنمائی اور معلومات کے لیے اس سوسائٹی کے سربراہ سے رابطہ قائم کرے گا اور یہ مرزائی سربراہ اس طالب علم سے تعلق قائم کرکے اس کو مرزائی بنانے کی کوشش کرے گا۔ یہ مرزائیوں کا بہت ہی خطرناک اور پرانا طریق کار ہے کہ وہ کسی بہانے سے لکھے پڑھے لوگوں سے تعلق استوار کرکے انہیں مرزائیت کے دام میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس سوسائٹی کا صدر مرزائی اور نائب صدر انگریز ہو' اس سے پاکستان اور مسلمانوں کے متعلق خیر اور بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ مرزائیوں اور انگریزوں کا آپس میں پرانا رشتہ اور تعلق ہے۔ مرزائیوں کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ ہی انگریزوں کے ایماء پر کیا تھا اور انگریزوں نے اپنے مخصوص مفادات کے پیش نظر اس کی جھوٹی نبوت کو پروان چڑھانے کی کوشش کی تھی۔

پاکستان سوسائٹی برائے فروغ تعلیم سائنس و ٹیکنالوجی کے جاذب نظر نام سے ادارے کا قیام اور اس کی طرف سے پاکستان کے مسلمان طلباء سے رابطے کی کوشش بھی اس سلسلے کی کڑی ہے۔

اس لیٹر کے آخری حصہ میں مسلمان طلبہ کو گمراہ کرنے اور انہیں ایک نئے فتنہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس لیٹر میں انگلستان میں مذہبی علوم ترک کرنے کا تذکرہ بھی اپنے اندر خاص معنی رکھتا ہے۔ ترکی مسلمانوں کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ نماز اور قرآن ترکی زبان میں پڑھتے ہیں' صریح جھوٹ ہے۔ کمال اتاترک کے لادین اور الحادی زمانے میں بھی ترکی مسلمانوں نے قرآن پاک اور نماز اصل عربی میں پڑھی۔ ترکوں کے متعلق جو کچھ اس لیٹر میں لکھا گیا' پاکستان کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی پاکستان سوسائٹی برائے فروغ تعلیم سائنس و ٹیکنالوجی نے دروغ گوئی اور دجل سے کام لیا ہے۔ وہ پاکستان کی نئی نسل کو اپنی ملکی زبان میں نماز اور قرآن پڑھنے کا تصور دے کر ایک نئے فتنے میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔

پاکستان دشمنی

"قیام پاکستان کے بعد سے قادیانی اپنی سرگرمیوں میں کس قدر منظم اور بااثر رہے ہیں۔ اس کا کم و بیش ہر اہل وطن کو علم ہے۔ بھٹو صاحب کے دور میں یہ اپنے انتہائی

عروج پر تھے۔ حد یہ ہے کہ ان کا آدمی ایئرمارشل ظفرچودھری ملک کی فضائیہ کا سربراہ بن گیا تھا اور اسی دور میں پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ہوا کہ ربوہ کے سالانہ جلسے پر پاک فضائیہ کے طیاروں نے پھول برسائے اور سلامی دی۔ مئی ۱۹۷۴ء میں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلبہ کی جو مارپٹائی اور ظلم و تشدد ہوا' وہ بھی اسی دیدہ دلیری کا نتیجہ تھا کہ پاکستان میں انہیں روکنے اور ٹوکنے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ پاکستان کی سول سروس' فوج اور سائنس و ٹیکنالوجی کے ادارے ان کے خاص ہدف ہیں اور ان میں شروع ہی سے انہیں ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت آگے بڑھایا گیا ہے۔ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن' **پنسٹیک**' ڈیفنس سائنس اور تمام اہم سائنسی اداروں میں ان کی کھیپ موجود رہی ہے اور یہ ہمیشہ اونچے اور حساس عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ اسی لیے پاکستان میں ان کی مرضی اور منشاء کے خلاف کوئی قدم اٹھایا نہیں جا سکتا۔

پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ نے جب کئی ماہ کی سماعت اور کارروائی کے بعد ستمبر ۱۹۷۴ء میں متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تو طاقتور لابی بپھر گئی اور غیض و غضب میں آ گئی۔ اس فیصلے کے کچھ عرصے بعد برطانیہ کے ایک مقام پر قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے یہ بیان دیا کہ وہ مملکت جس میں (بقول ان کے) احمدی مسلمانوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہو' اب اس کا وجود دنیا کے نقشے پر باقی نہیں رہنا چاہیے۔ مرزا ناصر احمد کے اس واضح پالیسی بیان کے بعد یہ ہر قادیانی کا نصب العین اور مشن قرار پایا۔ اپنے مقصد کے اس کھلم کھلا اظہار کے بعد اگر کوئی پاکستانی' قادیانی لابی کو محب وطن اور ملک کا خیرخواہ سمجھتا ہے تو وہ یا تو معصوم ہے یا پرلے درجے کا منافق ہے۔

مرزا ناصر احمد کے اعلان کے بعد قادیانی لابی کی وفاداریاں یکسر بدل چکی تھیں اور اس کا نصب العین پاکستان کو مضبوط و طاقت ور بنانے کے بجائے دنیا کے نقشے سے (نعوذ باللہ) ختم کرنا ٹھہر گیا تھا۔ اس نکتے کی وضاحت کے بعد یہ سمجھنا بڑا آسان ہے کہ ۱۹۷۴ء سے اب تک ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف ڈاکٹر عبدالسلام اور ان کی قادیانی لابی ایک عرصے سے کیا سازشیں کرتی رہی ہے"۔

(ماہنامہ "سائنس ڈائجسٹ" کراچی' ستمبر اکتوبر ۱۹۸۴ء)

ڈاکٹر عبدالسلام کی بھارت دوستی

"رسوائے زمانہ قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام گزشتہ دنوں پاکستان اور بھارت

کے دورے پر آئے۔ بعد ازاں وہ کھٹمنڈو تشریف لے گئے' جہاں ڈاکٹر عبدالسلام نے بھارت کے اگنی میزائل کے کامیاب تجربے کا نہ صرف خیرمقدم کیا' بلکہ بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کو اس کامیابی پر مبارک باد بھی دی۔ پاکستان کے دورے کے دوران قادیانی سائنس دان سب سے پہلے سامراجی آماجگاہ اور سازشوں کی کمین گاہ یعنی اپنے ہیڈ کوارٹر ربوہ تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کا حالیہ دورہ بڑا معنی خیز اور ڈرامائی دورہ تھا۔ ہمیں ان کی نقل و حرکت اور آمد و رفت پر قطعاً اعتراض نہیں۔ ایک پاکستانی شہری کی حیثیت سے انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ آزادانہ وطن عزیز تشریف لائیں' یہاں قیام کریں لیکن ڈاکٹر عبدالسلام کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہماری دینی غیرت اور ملی حمیت کا مذاق اڑائیں۔

ڈاکٹر عبدالسلام کا بھارت کا دورہ بھی معنی خیز ہے۔ کیونکہ موجودہ برسراقتدار جماعت بھارت کے ساتھ نہ صرف دوستانہ تعلقات استوار کرنا چاہتی ہے' بلکہ وہ بھارت کے معاملے میں نرم گوشہ بھی رکھتی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے اسی پالیسی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت یاترا کی۔ اگنی میزائل کے کامیاب تجربے پر بھارتی حکومت کو خراج تحسین پیش کیا۔ قادیانیوں کے بارے میں نرم پالیسی اور رواداری کا سبق دینے والے سیاسی راہنماؤں کو سوچنا چاہیے کہ ڈاکٹر عبدالسلام ایک طرف محب وطن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری وہ ہمارے ازلی و ابدی دشمن نمبرا کے ساتھ دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھانے میں اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ وہ ایٹمی ہتھیار' جو ہمارے ہی خلاف استعمال ہونے کی توقع ہے' ان کا خیر مقدم کرتے ہیں"۔

(اداریہ ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد' ۲۶ مئی ۱۹۸۹ء)

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا موجودہ دورہ کسی خفیہ مشن کا حصہ ہے

اس عنوان سے محترم عبدالرحمٰن یعقوب باوا لکھتے ہیں:

"یہودیوں کا انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اہل ہنود کے لیڈر بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی سے ملنے گزشتہ دنوں دہلی گیا۔ وہاں ان کے درمیان کیا باتیں ہوئیں اور کیا طے پایا' اس کا دونوں کے سوا کسی اور کو علم نہیں۔ البتہ ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ مسلم دشمنی میں ہمارے لیے دونوں برابر ہیں۔ اگر ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی بھارت کے وزیراعظم راجیو کو پاکستان کے سائنسی راز فراہم کر رہے ہوں تو کوئی بعید نہیں۔ ہم نے تو اسی موقعہ پر لکھ دیا تھا کہ وہ:

"بھارت ایسے موقع پر جا رہے ہیں جبکہ پاکستان سے خوشگوار تعلقات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اسرائیل اور قادیانی نہیں چاہتے کہ پاک بھارت تعلقات اچھے رہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی یقیناً ان تعلقات پر اثر انداز ہوں گے۔ حکومت پاکستان کو ان کی حرکتوں پر نظر رکھنی چاہیے"۔

(ہفت روزہ "ختم نبوت" اداریہ جلد نمبر ۴' شمارہ نمبر ۴۴' ص ۹)

یہ نہیں معلوم کہ ہماری حکومت نے ہماری باتوں کا نوٹس لیا یا نہیں؟ البتہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے دورہ بھارت کے بعد فوری نتائج جو سامنے آئے ہیں' وہ یہ ہیں کہ پاک بھارت تعلقات بہتر بنانے کا جو عمل گزشتہ دو ماہ پہلے دونوں ملکوں کے لیڈروں کی ملاقات کے بعد شروع ہوا تھا' اس کی تکمیل میں مشکلات پیدا ہوتی نظر آتی ہیں۔

گزشتہ دنوں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے پاک بھارت تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے بھارت کا دورہ کیا۔ راجیو سے ملاقات کی۔ اس سے یہ امید پیدا ہوچلی تھی کہ اب بھارت سے دوستانہ فضا قائم ہوگی۔ پاکستان نے اپنی طرف سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں ذرہ برابر کسر نہیں چھوڑی۔ بھارت کی طرف سے مسلسل طرح طرح کی الزام تراشیوں کے باوجود پاکستان نے ہمیشہ سنجیدگی کا ثبوت دیا تاکہ اعتماد کی فضا قائم رہے۔ اس فضا کو مزید مستحکم بنانے میں پاکستان' بھارت کے وزیراعظم راجیو گاندھی اور بھارتی وزیر خارجہ بلی رام بھگت کے دورہ کا منتظر تھا لیکن بلی رام بھگت کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ فی الحال یہ دورہ ممکن نہیں۔ قوم یہ جاننا چاہتی ہے کہ وہ کونسا ہاتھ ہے' جو خفیہ کام کر رہا ہے۔ بھارتی وزیراعظم کے دورے کی منسوخی اور پاک بھارت تعلقات کی یکایک تبدیلی میں یقیناً ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا ہاتھ ہے۔

کیا قوم کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ قادیانی گروہ نہ صرف اسلام کا دشمن ہے' بلکہ ملک و ملت کا بھی غدار ہے۔ ثبوت چاہیے تو دور جانے کی ضرورت نہیں۔ آنجہانی چودھری ظفراللہ قادیانی نے ریڈکلف کے سامنے قادیانی مفاد میں کام کیا' جس کی وجہ سے ضلع گورداس پور ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ مشرقی پاکستان کو ہم سے جدا کرنے میں مرزا غلام قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد قادیانی کا کردار بھی کسی سے مخفی نہیں اور اب دیکھئے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا دورہ بھارت بھی کیا فساد مچاتا ہے۔

قارئین نے بھارت کے وزیر خارجہ بلی رام بھگت کا وہ بیان' جو انہوں نے لوک سبھا میں دیا تھا' اگر نہیں پڑھا تو وہ ریکارڈ میں لانے کی خاطر ہم لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے

کہا کہ:

"پاکستانی ترجمان اور سینٹ و قومی اسمبلی میں وزیر مملکت برائے امور خارجہ کے بیانات ناپسندیدہ ہیں اور ان سے بھارت کی اقلیتی برادری میں غیر صحتمندانہ دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھارت کے داخلی معاملات میں مداخلت کے مترادف ہے..... انہوں نے کہا کہ بھارت نے پاکستان میں فرقہ ورانہ فسادات' جمہوری حقوق نہ دینے اور احمدیوں سمیت اقلیتوں کی مذہبی آزادی پر پابندیوں سے متعلق تبصرہ کرنے سے گریز کیا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی' مورخہ ۲۶ فروری ۸۶ء)

ہمیں عدم مداخلت کا درس دینے والے بھارت سے کوئی پوچھے کہ مشرقی پاکستان میں ۷۱ء میں کس اصول کے تحت ہمارے خلاف فوج کشی کی تھی؟ کہاں گیا تھا اس وقت ان کا یہ اصول یا دوسری بات جو فوری طور پر ہمارے سامنے آئی ہے' وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے دورہ بھارت کے دوران قادیانیوں کے ایک وفد نے بھارت کے وزیراعظم سے ملاقات کی۔ اس کی تفصیل اخبار کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

"نئی دہلی ۲۵ فروری (فارن ڈیسک) بھارتی قادیانیوں کا ایک وفد بھارتی وزیراعظم راجیوگاندھی کے پاس یہ شکایت لے کر پہنچا کہ پاکستان میں قادیانیوں کو بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا بھارتی حکومت قادیانیوں کی مدد کرے۔ بھارتی خبر رساں ایجنسی یو۔ این۔ آئی کے مطابق گزشتہ روز صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ۵ اراکین کے ایک وفد نے دارالحکومت میں وزیراعظم راجیوگاندھی سے ملاقات کی اور انہیں ایک میمورنڈم پیش کیا گیا جس میں یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ پاکستان کے قادیانی مخالف آرڈیننس کے خلاف حقوق کمیشن میں سوال اٹھانے کے لیے بھارت کی مرکزی حکومت سے مدد کرنے کی درخواست کی۔ وفد کے رہنما مسٹر عاجز نے کہا کہ وفد نے اپنے روحانی مرکز قادیان (ضلع بٹالہ) کو ترقی دینے کی بھی وزیراعظم سے درخواست کی"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" کراچی' ۲۶ فروری ۱۹۸۶ء)

بھارتی قادیانی وفد کا اس طرح پاکستان کے خلاف بھارتی حکومت سے امداد مانگنا' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کوئی مشن لے کر بھارت گئے ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قادیانی سربراہ مرزا طاہر کا کوئی پیغام لے کر گئے ہوں۔ بھارتی قادیانیوں کا

یہ اقدام مرزا طاہر کے اشارہ پر ہوا ہے۔ یقیناً غداری کے مترادف ہے۔ مسلم قوم ایسے غداروں کو کبھی معاف نہیں کرے گی"۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا عظیم کارنامہ

اس عنوان سے صاحبزادہ طارق محمود لکھتے ہیں:

"فروری کے پہلے ہفتے ڈیفنس کالج میں نیشنل ڈیفنس اور آرمڈ فورسز جنگی کورسوں کے شرکاء کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستانی فوج کے چیف آف سٹاف جناب مرزا اسلم بیگ نے نشاط آفریں انکشاف کیا ہے کہ پاکستان نے زمین سے زمین پر مار کرنے والے دور مار میزائلوں کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔ میزائلوں کی کارکردگی کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے مرزا اسلم بیگ نے بتایا کہ متعلقہ میزائلوں کی رینج ۸۰ کلومیٹر سے تین سو کلومیٹر تک ہے۔ یہ میزائل پانچ سو کلوگرام تقریباً تیرہ من وزن ساتھ لے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان میزائلوں میں راہنمائی کرنے کا خودکار نظام بھی موجود ہے۔

یہ بلاشبہ اس سال کی سب سے بڑی خبر ہے اور تہلکہ مچا دینے والا انکشاف ہے۔ جدید میزائلوں کے کامیاب تجربے سے جہاں پاک فوج اور ہم وطنوں کے حوصلے بلند ہوں گے' وہاں پاکستان کے دشمنوں کی صفوں میں یقیناً صف ماتم بچھ جائے گی۔ میزائلوں کی تیاری کا یہ خوش کن تجربہ بعض ذرائع کے مطابق جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کی زندگی میں کامیاب ہوگیا تھا۔ لیکن صدر مرحوم نے بعض وجوہ ملکی اور بین الاقوامی حالات کے پیش نظر اسے مخفی رکھا۔ وہ اس کا اعلان کسی مناسب وقت پر کرنا چاہتے تھے لیکن قدرت نے انہیں اس کی مہلت نہ دی۔ میزائلوں کی تیاری کا منصوبہ مرحوم صدر کے دور میں ۱۹۸۵ء میں ڈیزائن ہوا تھا۔

میزائلوں کی تیاری اور کامیابی کا سہرا عظیم محب وطن سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے سر ہے' جن کی شبانہ روز محبت اور خلوص کے طفیل پاکستان کو ایک عظیم کامیابی نصیب ہوئی۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ قادیانیوں کی یہ خواہش اور کوشش تھی کہ پاکستان ایٹمی طاقت نہ بن سکے۔ اس کا عملی مظاہرہ ڈاکٹر عبدالسلام کے زمانے میں ہوا' جنہوں نے ایٹمی توانائی کمیشن جیسے حساس ادارے میں قادیانی برادری اور پاکستان کے الہامی دشمنوں کو بھرتی کیا۔ ہماری اطلاعات کے مطابق ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے اپنے بھائی

سمیت ۳۰ / ۳۵ قادیانیوں کو ایٹمی توانائی کمیشن کے اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا تاکہ اس ادارہ پر قادیانیوں کی گرفت مضبوط ہوسکے اور وہ اپنی پالیسی کے مطابق من مانی کر سکیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی ناقص کارکردگی اور مطلوبہ نتائج میں تاخیر دیکھ کر ذوالفقار بھٹو مرحوم کو یقین آگیا کہ قادیانی پاکستان کو ایٹمی طور پر طاقتور نہیں دیکھنا چاہتے ورنہ اس سے قبل ذوالفقار علی بھٹو قادیانیوں کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھے۔

وہ قادیانی مسئلہ کو صرف ملاؤں کی جنگ خیال کرتے تھے۔ انہوں نے قادیانیوں کے سیاسی عزائم اور سازشوں کو بھانپ کر محسوس کیا کہ ڈاکٹر عبدالسلام جیسے متعصب قادیانی ایٹمی توانائی کمیشن میں محض وقت ضائع کرنے اور پاکستان کی دولت کو برباد کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر رہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کو بھی اسی تلخ تجربے سے دو چار ہونا پڑا۔ عبدالسلام کو نوبل پرائز ملنے کے بعد وہ بھی حسن ظن کا شکار ہوگئے تھے۔ لیکن بالاخر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم پر بھی یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ قادیانیوں کی وفاداریاں پاکستان کی نسبت اپنے آقاؤں سے وابستہ ہیں اور وہ انہی کے اشاروں پر کام کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام جیسے کٹر قادیانی اپنی جماعت اور اس کے سربراہ کے حکم کی تعمیل کو صدر پاکستان کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں۔

۱۹۸۴ء پر امتناع قادیانیت آرڈی نینس کا اجراء ہوا تو ڈاکٹر عبدالسلام نے اسلام اور پاکستان دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے احتجاجاً ملک کو چھوڑ دیا اور پاکستان کو لعنتی ملک قرار دیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے ایٹمی توانائی کمیشن کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس ادارہ کو نئے خطوط پر استوار کیا۔ قومی جوہر نے جوہروں کو پہچانا اور اس میں تعینات کیا۔ ایٹمی توانائی کمیشن میں اچھے اور محب وطن انجینئروں کی ٹیم تشکیل پائی۔ میزائلوں کا کامیاب تجربہ ڈاکٹر عبدالقدیر کی سرپرستی میں انہی حضرات کی معاونت اور محنت کا مرہون منت ہے۔

جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے پاکستان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ وطن عزیز کی پھیلی ہوئی ہزاروں میل لمبی سرحدیں دفاعی نکتہ نظر سے انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ پاکستان بلاشبہ عالم اسلام کا قلعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی برادری پاکستان سے بہتر امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے۔ عالم اسلام اور خصوصاً عرب ممالک کے دلوں میں پاکستان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ اگر پاکستان مضبوط ہوگا تو عالم اسلام کو بھی تقویت ملے گی۔ چونکہ سب کے مفادات مشترکہ ہیں۔ پاکستان ایٹمی توانائی کے میدان میں جس قدر طاقتور ہوگا' سارا عالم اسلام اس سے استفادہ حاصل کر سکے گا۔ اسرائیل' عربوں کے لیے نہیں بلکہ

پورے عالم اسلام کے لیے ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ دفاعی ہتھیاروں کے سلسلہ میں عربوں کو یورپ کا دست نگر بننا پڑتا ہے۔ پاکستان کے اندر میزائلوں کا کامیاب تجربہ اور تیاری اس لحاظ سے خوش آئند ہے کہ پاکستان اپنے اور عرب ممالک کے دفاع کے سلسلہ میں غیروں کا محتاج ہونے سے بچ سکتا ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ پاکستان جو ایٹمی طاقت کا ہیڈ کوارٹر ہے' کی حفاظت کی جائے چونکہ اسرائیل کے ہاتھوں عراق کے ایٹمی گھر کی تباہی کے بعد پاکستان کے ایٹمی مرکز کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

پاکستان کے مخلص اور محب وطن سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اس سلسلہ میں جو گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں' ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے' کم ہے۔ دوسروں کو امن کا درس دینے والے ممالک دھڑا دھڑ اسلحہ بنا رہے ہیں۔ تباہ کن ایٹمی ہتھیار تیار کر رہے ہیں۔

ہمسایہ ملک ہندوستان دن رات اسی جنون میں مبتلا ہے۔ ایک بڑا ملک اگر ایٹمی ہتھیار بنا سکتا ہے تو اس کے مقابلے میں ایک چھوٹے ملک کو اپنے دفاع اور بقا کے لیے یہ حق کیوں حاصل نہیں؟ ان حالات میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے پاکستان کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان بلاشبہ قائداعظم کے بعد دوسری بڑی محبوب اور مقبول شخصیت ہیں' جنہوں نے کسی صلے کی تمنا' ستائش کی پرواہ اور نمود و نمائش کا اظہار کیے بغیر ایسا یادگار کارنامہ سرانجام دیا ہے جس پر پاکستانی قوم کے سر فخر سے بلند ہوگئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان بلاشبہ ہمارے قومی ہیرو ہیں۔

ریڈیو پاکستان سے جناب ڈاکٹر عبدالقدیر کا جو انٹرویو نشر ہوا ہے اور بعد ازاں قومی اخبارات میں شہ سرخیوں سے منظر عام پر آیا ہے' اسے ہر پاکستانی نے سراہا ہے اور اس پر بے حد خوشی و مسرت کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان ہر قسم کے میزائل خواہ طیارہ شکن ہوں یا ٹینک شکن ہوں' بنانے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتا ہے۔ میزائل تو بے شمار ملک تیار کر رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں ایسا میزائل ایک لاکھ ڈالر میں تیار ہوتا ہے جب کہ پاکستان میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی سرپرستی میں تیار ہونے والا میزائل صرف ۲۵ ہزار ڈالر میں تیار کیا گیا ہے۔ اگر میزائل زیادہ تعداد میں تیار کیے جانے لگیں تو میزائلوں کی تیاری میں اخراجات میں یقیناً مزید کمی ہوگی اور اس طرح زرمبادلہ بھی بچ جائے گا۔ یہ بھی ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے سستا اور معیاری میزائل تیار کر کے دنیا والوں کو ورطہ حیرت

میں ڈال دیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے انکشاف کیا کہ نوشہرہ میں اعلیٰ فوجی اور ماہرین کی موجودگی میں میزائل کی پہلی اور افتتاحی آزمائش کی گئی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے انٹرویو کی تفصیل اخبارات میں شائع ہوچکی ہیں' جن سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ اگر متعلقہ مطلوبہ چیزیں دستیاب ہو جائیں تو پاکستان اور بہت کچھ باآسانی سے تیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ رب العزت ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پے در پے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار فرمائے اور انہیں پاکستان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم ڈاکٹر صاحب کے لیے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قادیانیوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ فرمائے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان۔۔۔۔۔ زندہ باد"

(ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد' جلد نمبر ۲۵' شمارہ ۴۶-۴۷' ۳ مارچ ۱۹۸۹ء)

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف قادیانی بیوروکریسی کی سازش

"پاکستان کے بین الاقوامی شہرت کے حامل سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کو ملک و ملت کے لیے شاندار خدمات کے صلے میں دیا جانے والا ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز سرخ فیتے کی نظر ہوگیا ہے۔ باخبر ذرائع کے مطابق صدر مملکت نے خواہش ظاہر کی تھی کہ یورینیم کو طاقت ور بنانے کے سلسلے میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں' ان کے پیش نظر انہیں ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز ملنا چاہیے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کیبنٹ ڈویژن کے متعلقہ حکام نے ان کی زندگی اور کامیابیوں کے بارے میں کوائف بھی جمع کر لیے تھے لیکن اگست کے پہلے ہفتہ میں جب سول اعزاز پانے والوں کی فہرست کو حتمی شکل دی جا رہی تھی' کیبنٹ ڈویژن کے ایک اعلیٰ قادیانی افسر نے حکومت کو ان خدشات سے آگاہ کیا کہ ڈاکٹر اے کیو خان کو اعلیٰ ترین اعزاز دینے سے ایک بڑی طاقت اپنی ناراضگی کا اظہار کر سکتی ہے۔ چنانچہ ان کا نام اعزاز پانے والوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۶ ستمبر' ۱۹۸۴ء)

پوری قوم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ملک میں بیوروکریسی کی گرفت بڑی مضبوط ہے اور انہی کا راج ہے۔ کیونکہ یہاں صدر مملکت کی خواہش تک کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کیا ہم ان حالات میں یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ملک میں نفاذ اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکے گا! عالمی شہرت یافتہ مسلمان سائنس دان ڈاکٹر اے کیو خاں کی خدمات پر ہم بجا

طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ ان کو ملک کی خدمات پر سول اعزاز نہ دیا جانا---- ان کے ساتھ سراسر ظلم ہے۔ قادیانی طائفہ ڈاکٹر اے کیو خان کو برداشت نہیں کر سکتا اور ان کی کامیابیوں اور شہرت سے خوفزدہ ہے۔ اس لیے انہیں آگے لانا نہیں چاہتا کہ کہیں بین الاقوامی مارکیٹ میں قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کی قیمت نہ گر جائے۔ یہ سب کچھ قادیانیوں کی شرارت ہے۔ وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے ڈاکٹر اے کیو خاں سے اس انٹرویو کا انتقام لینا چاہتے ہیں' جو انہوں نے ہفت روزہ "چٹان" لاہور کو دیا تھا۔ جس میں انہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل انعام ملنے کی حقیقت واضح کر دی تھی"۔

پاکستان کے نامور سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف بھارتی و قادیانی پروپیگنڈہ

"ڈاکٹر عبدالقدیر خان پاکستان کے نامور سپوت اور مایہ ناز سائنس دان ہیں۔ انہوں نے پاکستان میں سائنسی ترقی خصوصاً کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ کی ترقی کے لیے خصوصی دلچسپی لی اور اب بھی دلچسپی لے رہے ہیں لیکن جو لوگ یا گروہ پاکستان کا دشمن ہے' یا جنہیں پاکستان کی ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی' وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے خلاف ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ بھارت' جس نے پاکستان پر کئی مرتبہ حملہ کیا اور پاکستان کو دو نیم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ اب بھی پاکستان کی ایٹمی ترقی کے بہانے اس کا تیا پانچہ کرنے کی سوچ میں ہے۔ اس سلسلہ میں جس چیز کا سب سے زیادہ واویلا کیا جا رہا ہے' وہ کہوٹہ کا ایٹمی پلانٹ اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی ذات ہے۔

پاکستان کے موقر اخبار جنگ نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے خلاف بھارتی ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈہ کا سختی کے ساتھ نوٹس لیتے ہوئے ۲۸ جنوری ۱۹۹۲ء کو لکھا تھا:

> "مغربی اور بھارتی ذرائع ابلاغ پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ بھارتی ریڈیو نے یہ بے پر کی اڑائی ہے کہ پاکستان کے ممتاز سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کا خفیہ دورہ کیا ہے چونکہ پاکستان' ان مسلمان ریاستوں سے اپنے روابط بڑھا رہا ہے ان ریاستوں میں بڑی تعداد میں ایٹمی تنصیبات بھی ہیں جو آزادی کے بعد ان کے حصے میں آئی ہیں۔ امریکہ بھی پاکستان اور وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کے درمیان تعلقات کے قیام سے خائف ہے۔ اس لیے مغربی اور بھارتی ذرائع

ابلاغ کی ملی بھگت سے ایسا بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ پاکستان کی ایٹمی پالیسی کو دنیا کی نگاہوں میں خطرناک ثابت کیا جا سکے۔ اس قسم کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا جانا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں سے تعلقات کے قیام میں ہرگز تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ بھارت چاہتا یہی ہے کہ وہ اس تاخیر سے فائدہ اٹھا کر وہاں اپنا اثر و رسوخ قائم کر لے۔ دراصل یہ پروپیگنڈہ بھارتی ذرائع ابلاغ کا ڈاکٹر عبدالقدیر فوبیا میں مبتلا ہو جانے کا منہ بولتا ثبوت ہے جو ان کے اعصاب کو شل کر رہا ہے"۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان پاکستان میں جس قسم کی ایٹمی ترقی چاہتے ہیں' وہ کسی ملک کے خلاف نہیں ہے لیکن بھارت پھر بھی اس سے حد درجہ خائف ہے۔

ہمارے خیال میں اس پروپیگنڈے کے پس پردہ قادیانی لابی کی سازش کارفرما ہے کیونکہ کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ سے جب یہودی انعام یافتہ قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کو لاتعلق کیا گیا تو وہ ہر ممکن طریقے سے ڈاکٹر عبدالقدیر کو بدنام کرنے پر اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ چونکہ اب بھی وہاں قادیانی موجود ہیں' اس لیے ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب کے خلاف پروپیگنڈے میں انہیں کا ہاتھ ہے۔ ہم ایک عرصہ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ کہوٹہ کا ایٹمی پلانٹ انتہائی حساس اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی نگہداشت اور وہاں ہونے والے کام کو رازداری میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ وہاں اگر ایک بھی قادیانی موجود ہے تو وہاں کا کوئی راز' راز رہ ہی نہیں سکتا۔ اس لیے سب سے پہلے وہاں سے مکمل طور پر قادیانیوں کا انخلاء بہت ضروری ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف پروپیگنڈے کے بارے میں مسلم لیگ کے سینٹر طارق چودھری کا بیان بھی کافی غور طلب ہے جو روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۲ر جنوری میں شائع ہوچکا ہے۔

"ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے عالمی شہرت یافتہ پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر اے کیو خان کی کردار کشی کی شدید مذمت کی ہے اور الزام لگایا ہے کہ یہ مہم قادیانی چلا رہے ہیں۔ کردار کشی کی مہم کے لیے ۱۵ لاکھ روپے تقسیم کیے گئے ہیں۔ منگل کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ گنتی کے چند لوگ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو روکنے اور بدنام

کرنے کی جو مہم چلائے ہوئے ہیں' ڈاکٹر خان کے خلاف مہم بھی اس کا حصہ ہے۔ بنی گالا میں ایک مکان کے حوالے سے ڈاکٹر خان کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور دسمبر سے اب تک کوئی ایسا دن نہیں جس روز ان کے خلاف کوئی مضمون شائع نہ کرایا گیا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر خان پر نکتہ چینی کرنے والوں کو صرف ایک مکان دکھائی دیتا ہے جس سے ماحول آلودہ ہونے کا خدشہ ہے۔ انہیں چیئرمین سینٹ' پیر پگاڑا' سرتاج عزیز' فاروق لغاری' اعتزاز احسن' لیفٹیننٹ جنرل تنویر نقوی' ایڈمرل سعید' کرنل محمود اور طارق احسن پر کوئی اعتراض نہیں جن کی زمینیں بھی بنی گالا میں ہیں"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

جناب طارق چودھری صاحب کے بیان سے بھی اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ واقعی قادیانی ڈاکٹر صاحب کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ چودھری صاحب موصوف حکومت کے ایک رکن ہیں۔ جب انہیں اس بات کا علم ہوچکا ہے کہ قادیانی لابی ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہی ہے تو وہ حکومت کے ایک ذمہ دار رکن ہونے کی حیثیت سے قادیانیوں کے خلاف نوٹس کیوں نہیں لیتے۔ حکومت کو مجبور کیوں نہیں کرتے کہ وہ قادیانیوں کا سختی کے ساتھ نوٹس لے؟

ڈاکٹر عبدالقدیر کے خلاف بھارتی اور قادیانی پروپیگنڈہ ایک ساتھ ہی شروع ہوا ہے اور اس کی ابتداء قادیان بھارت میں ہونے والے قادیانیوں کے صد سالہ جشن سے ہوئی ہے جو پچھلے ماہ منعقد ہوا تھا' جس میں قادیانی لیڈر مرزا طاہر بھی پہنچا تھا جسے وہی پروٹوکول دیئے گئے جو کسی ملک کی اہم ترین شخصیت کو دیے جاتے ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو قادیانیت کی تبلیغ و تشہیر کرتا رہا اور انہیں مسلمان قرار دیتا رہا۔ مرزا طاہر کے بارے میں اس نے کہا کہ "وہ خدا سے باتیں کرتا ہے" ایک طرف قادیانیت کی تشہیر و تبلیغ اور دوسری طرف ڈاکٹر عبدالقدیر کے خلاف پروپیگنڈا یہ بھارتی حکام اور قادیانی لیڈروں کی ملی بھگت سے ہی شروع ہوا اور ابھی تو ابتدا ہے۔ آگے چل کر قادیانی اور بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ حکومت اب قادیانیوں کے بارے میں دو ٹوک اور واضح پالیسی اختیار کرے۔ قادیانی سانپ ہیں اور سانپ کو پالنا دانش مندی نہیں' حماقت ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ ان سانپوں کا سر کچل دے۔ قبل اس کے کہ وہ ملک اور قوم کو کوئی گزند پہنچائیں"۔ (اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی)

"ڈاکٹر قدیر کے دشمن پاکستان کے دشمن"

اس عنوان سے نامور صحافی جناب عبدالقادر حسن لکھتے ہیں:

"ذوالفقار علی بھٹو نے ایٹمی توانائی پر کام کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے بعد انہیں پھانسی پر چڑھانے والے بھی آئے اور ان سے اقتدار چھیننے والے بھی۔ لیکن پاکستان کی کسی حکومت نے بھی ایٹمی ترقی کی رفتار میں کمی یا اسے ختم کرنے کے لیے کوئی سودا نہیں کیا۔ دنیا کی سپر طاقتیں کہوٹہ کی دیواروں سے سر توڑتی رہیں اور کوئی دباؤ' کوئی دھمکی اور کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو پاکستان کے حکمرانوں پر آزمایا نہ گیا۔ لیکن آفرین ہے پاکستان کے حکمرانوں پر کہ انہوں نے کم از کم ایٹم کے معاملے میں کسی دھمکی اور کسی دباؤ کی پروانہ نہ کی اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ امریکہ اور اس کے ساتھیوں نے پاکستان کا حقہ پانی بند کر رکھا ہے مگر ہمارے حکمران پیٹ پر پتھر باندھنے پر تیار ہیں لیکن ایٹم کی ترقی اور اس میں تحقیق کے سلسلے کو توڑنے پر تیار نہیں ہیں اور وجہ صرف یہ ہے کہ ملک کی سلامتی کا یہ سب سے بڑا اور پاکستان کی حد تک واحد ذریعہ ہے اور ملک رہے گا تو کسی کی حکومت بھی رہے گی۔ پاکستانی ایٹم بم کی دشمن طاقتوں نے ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنے کے بعد اب ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے اور ان لوگوں کی زندگی حرام کرنے کی ناپاک سعی شروع کر دی ہے' جو سکون اور اطمینان کے ساتھ ایٹمی ریسرچ کی تجزیہ گاہوں میں رات دن مصروف رہتے ہیں۔ اس طرح وہ ان ہاتھوں کو کاٹنا اور ان ذہنوں کو ماؤف کر دینا چاہتے ہیں جن کی جدوجہد سے پاکستان اپنے دفاع اور سلامتی کا سامان بہم کر رہا ہے۔

میں پاکستان کے محب وطن لوگوں کو ہوشیار کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستانی ایٹم کو سبوتاژ کرنے کے لیے پاکستان کے دشمنوں نے پاکستان کے اندر سے نئے میر جعفر اور میر صادق تلاش کر لیے ہیں۔ مسلمانوں کو ہمیشہ اندرونی غداروں نے نقصان پہنچایا اور ان کے ہاتھوں سے مسلمان سلطنتیں تباہی سے دو چار ہوئیں۔ آج پھر کچھ ایسی ہی صورت پیدا کرنے کی کوششوں کا آغاز کر دیا گیا ہے اور ہمارے ایٹم بم کے خالق اور پاکستان کی ایٹمی توانائی کے بانی ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف مہم شروع کر دی گئی ہے۔ اسلام آباد کے ایک انگریزی اخبار نے یہ مہم شروع کی ہے اور اسلام آباد میں امریکہ کے دو بڑے لوگوں کی آمد کے بعد سے یہ سلسلہ چلا ہے۔ مسلسل شائع ہونے والے مضامین اور خطوط کے ذریعہ جن میں سے کچھ جعلی اور فرضی ناموں سے بھی شائع کیے جا رہے ہیں' یہ ثابت کرنے کی جسارت کی جا

رہی ہے کہ ڈاکٹر قدیر خان ایک بدعنوان انسان ہیں اور ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اسلام آباد کے قریب راول جھیل کے پاس ایک قطعہ اراضی حاصل کیا ہے اور یہاں وہ مکان بنا رہے ہیں' جس سے اتنی گندگی خارج ہوگی کہ اس سے جھیل کا پانی خراب ہو جائے گا اور اسلام آباد والے گندا پانی پئیں گے۔

یہاں جن دوسرے لوگوں نے بنی گالہ کے اس دیہات میں قانونی طور پر زمین حاصل کی ہے۔ ان میں صرف ڈاکٹر قدیر خان نہیں پیر صاحب پگاڑا' سرتاج عزیز' طارق مصطفیٰ' کرنل محمود علی' سینیٹر پیر برکات' سردار آصف علی' لیفٹیننٹ جنرل تنویر نقوی' ایڈمرل سعید محمد خان' چودھری اعتزاز احسن' فاروق لغاری' ڈاکٹر ایم زیڈ کے نیازی اور کئی افسر اور سیاست دان بھی شامل ہیں لیکن مہم صرف اور صرف ڈاکٹر قدیر خان کے خلاف چل رہی ہے اور یہی بات کہ صرف ڈاکٹر صاحب کو نشانہ بنایا گیا ہے' بدنیتی اور بددیانتی کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ کیا گندگی صرف ڈاکٹر قدیر خان کے گھر سے نکلے گی اور دوسروں کے گھروں میں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ پاکستانی ایٹمی توانائی کے خلاف اور ڈاکٹر قدیر کو پریشان کرنے کے لیے امریکی سازشوں نے یہ حربہ شروع کیا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کے خلاف سازش کا بھانڈا یوں پھوٹ گیا کہ دوسرے سب لوگوں کو چھوڑ کر صرف ڈاکٹر صاحب کو نشانہ بنا لیا گیا۔

جو لوگ کبھی اپنے نام سے اور کبھی دوسرے جعلی ناموں سے ڈاکٹر صاحب کے خلاف لکھ رہے ہیں' یہ سب انگریزی زبان کے صحافی ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ نام نہاد ترقی پسند ہیں اور زیادہ تر ایک فرقے (قادیانی' ناقل) سے تعلق رکھتے ہیں جو پاکستان میں اقلیت قرار پانے کے بعد اس ملک کی دشمنی میں سب سے آگے ہیں

کچھ لوگ روس کی شکست و ریخت سے بوکھلائے ہوئے ہیں اور ان کا غصہ اب پاکستان پر نکل رہا ہے جس نے افغانستان میں روس کی تباہی کی بنیاد رکھی اور پہلا پتھر مارا۔ شروع دن سے لے کر آج تک ایٹمی پروگرام کے بہت بڑے حامی اور جانثار صدر غلام اسحاق کے خلاف یہ لوگ سیاست کے ذریعہ لگے ہوئے ہیں اور ڈاکٹر قدیر کے خلاف راول جھیل کو گندا کرنے کے بہانے سے اور یہ راول جھیل جس سے اسلام آباد کو پینے کا پانی ملتا

ہے' کوئی صاف ستھری جھیل نہیں ہے۔ یہ کسی صاف و شفاف چشمے سے نہیں اور نہ ہی کسی بہتے ہوئے دریا سے بھرتی ہے بلکہ یہ بارش کے پانی سے بھرتی ہے جو پہاڑوں سے آتا ہے۔ اگر اس کا رقبہ کم ہوتا تو اسے آپ کسی گاؤں کا تالاب اور جوہڑ کہہ سکتے تھے لیکن رقبے میں بڑا ہے۔ اس لیے جھیل کہلاتا ہے۔ یہ مصنوعی جھیل غیر صحت مند پانی کی جھیل ہے۔ اس میں جنگلی سوروں' گیدڑوں وغیرہ اور جنگل میں چرنے والے مویشیوں اور خود جنگل کا فضلہ اور گوبر' بارش میں بہہ کر آتا ہے۔ سی ڈی اے' اسلام آباد کا گند بھی اس کے قریب ہی جمع کرتی ہے جو بارش میں مزید گندا ہو کر اس سارے علاقے میں تعفن پھیلاتا ہے۔ ماحول کی صفائی کا جو بہانہ بنایا گیا ہے' اس کا سب سے پہلا دشمن سی ڈی اے اور بذات خود یہ جھیل ہے' جس کا پانی صاف کیے بغیر اسلام آباد کے شہروں کو فراہم کر دیا جاتا ہے۔

اس جھیل میں بارش کا پانی جن پہاڑی گزرگاہوں سے ہو کر آتا ہے' وہاں بنی گالہ کے علاوہ کئی دوسرے دیہات بھی موجود ہیں۔ ان سب کا کوڑا کرکٹ اور غلاظت اسلام آباد والوں کے اس پانی میں جمع ہوتی ہے۔ ان لوگوں نے اپنے مکانوں کے لیے زمین' دیہات کے مالکان سے خریدی ہے اور قانون کے مطابق قیمت ادا کر کے اپنے نام منتقل کرائی ہے اور مکان تعمیر کیے ہیں۔ اس تمام عرصہ میں سی ڈی اے سوتی رہی ہے اور اسے یاد نہیں آیا کہ کوئی ایسا پارک بھی ہے جس کے دائرے میں یہ زمین آتی ہے۔ لیکن جب سے پاکستان دشمنوں کا بیرونی اشارہ ملا ہے' ماحول کی پاکیزگی سے محبت بھی جاگ اٹھی ہے اور کہیں سے کوئی ضابطے بھی برآمد ہوگئے ہیں اور یہ سب صرف اور صرف اس وقت ہوا جب کسی سازشی ذہن کو یہ دور کی کوڑی سوجھی ہے کہ اس مہم سے ڈاکٹر قدیر خان کو پریشان کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بھی کسی دوسرے مالک مکان کا نام نہیں لیتا' صرف ڈاکٹر قدیر کا نام لیا جاتا ہے۔ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی شخصیت اس قدر صاف اور دیانت و امانت کا حسین مرقع ہے کہ اس کے خلاف کسی کو اور کوئی بات نہیں مل سکی۔ پرندوں کے شائق اس سائنس دان کو کسی کھلی جگہ پر سکون کے چند لمحے نہ مل سکیں' بس یہ ہے ان لوگوں کا واحد مقصد۔

جن لوگوں کی نظروں سے گاہے بگاہے میرے کالم گزرتے ہیں' ان کو معلوم ہے کہ پاکستان کے اس محسن کے ساتھ میری غائبانہ عقیدت کا کیا عالم ہے۔ اگر مجھے وہ اپنے مکان کی کسی دیوار میں چن دیں تو میں اسے پاکستان پر جان قربان کرنے کی لازوال سعادت

سمجھوں گا اور ایک میں ہی نہیں اس ملک کا ہر فرد اس شخص کی محبت سے سرشار ہے جو سیاستوں سے دور ملک کے لیے ایٹم کے خطرناک ذرات سے الجھتا رہتا ہے اور وہ فلم اس کے دماغ میں گھومتی رہتی ہے جو اس نے کبھی ہالینڈ میں اپنے قیام کے دوران دیکھی تھی۔ یہ مشرقی پاکستان کے سقوط کی فلم تھی۔ وہ اپنے وطن عزیز کی توہین برداشت نہ کر سکا اور اس نے عہد کر لیا کہ میرے ملک پر پھر ایسا وقت کبھی نہ آئے گا اور اس عہد کے ساتھ اس نے یورپ کی شاہانہ زندگی ترک کر دی اور پاکستان آگیا۔ اس نے کئی برس پہلے میرا کوئی کالم پڑھ کر مجھے ایک خط لکھا اور کہا کہ ہمارے ذمہ جو کام تھا' وہ ہم نے کر دیا ہے اور یہی وہ کام ہے کہ پاکستان کی طرف اب اس کے دشمن آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے اور پاکستان کے اندر پاکستان کے دشمن' محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا وجود نہیں دیکھ سکتے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۶ مارچ ۱۹۹۲ء)

سی۔ ڈی۔ اے کو مکان گرانے کے بجائے قانونی کارروائی کرنا چاہیے تھی۔۔۔ ڈاکٹر قدیر

"معروف ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے حالیہ "بنی گالا آپریشن" کو خلاف قانون قرار دیتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا ہے کہ اس "آپریشن" کے دوران بہت سے مکانات کو ناجائز تعمیرات کی آڑ لے کر گرایا گیا اور نہایت قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ سی ڈی اے کو نوٹس دیئے بغیر لوگوں کے مکانات منہدم کر کے اور انہیں سرمایہ اور قیمتی سامان سے محروم کر کے ہراساں کرنے کے بجائے قانونی کارروائی کرنا چاہیے تھی۔

ممتاز ایٹمی سائنس دان نے اس تاثر کو بھی غلط قرار دیا کہ بنی گالا کے علاقے میں ہونے والی تعمیرات کے باعث راول جھیل کے پانی میں کثافت پیدا ہو رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں عمارات جھیلوں کے کنارے ہی تعمیر کی جاتی ہیں۔

دریں اثناء بنی گالا کے بہت سے مکینوں نے علاقے میں ہونے والے اس حالیہ "آپریشن" کو ڈاکٹر قدیر خان کے خلاف قادیانی لابی کی طرف سے

چلائی جانے والی مہم کا حصہ قرار دیا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور، یکم جولائی ۱۹۹۴ء)

ڈاکٹر قدیر خان ـــــــــــــ ایک ناجائز تجاوز؟

اس عنوان سے نامور صحافی جناب عبدالقادر حسن لکھتے ہیں:

"جس ملک میں وزیراعظم کے دفتر کو ایک اندھا حافظ بیوقوف بنا سکتا ہے، اس میں اور کیا کچھ نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود یہ توقع نہ تھی کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسے شخص کو اپنا گھر بچانے کے لیے سٹے آرڈر (حکم امتناعی) لینا پڑے گا۔ جس وقت میں نے حکم امتناعی والی یہ خبر پڑھی، میری زبان سے بے ساختہ اناللہ و انا الیہ راجعون نکل گیا۔ معلوم ہوا کہ وفاقی حکومت کے لیے ڈاکٹر قدیر خان کا یہ زیر تعمیر گھر ناجائز تجاوزات میں آتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں اس ملک اور اس قوم کے لیے ڈاکٹر صاحب بذات خود ایک ناجائز تجاوز ہیں۔ جس شخص نے پاکستانیوں کے دلوں سے دشمن کا خوف دور کیا، جس نے دھوتیوں، بودیوں اور پگڑیوں کا راستہ روکا، جس نے پہلے تن تنہا اور پھر بعض حکمرانوں کے تعاون سے پاکستان کو اس کے دشمن نمبر ایک کے لیے ناقابل تسخیر بنا دیا، وہ اس ناشکری قوم اور اس بے حس، بے درد اور بے وطن انتظامیہ کے لیے ناجائز تجاوز نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسے ملک کے پاس جس کے ایک چھوٹے سے حقیر ٹکڑے پر واقع اس کو اپنا گھر بچانے کے لیے عدالت سے حکم امتناعی لینا پڑے، کیا جواز ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب جیسی نعمت سے سرفراز رہے۔ ملک کو دو ٹکڑے کر کے ہم نے قائداعظمؒ کا احسان اتار دیا اور اب باقی ماندہ کو دشمن سے بچانے والے کی زبردست توہین کر کے ہم اس کا احسان بھی اتار دینا چاہتے ہیں۔

ادھر کچھ عرصہ سے امریکی نیو ورلڈ آرڈر آنے کے بعد اسلام آباد کا ایک مخصوص حلقہ ڈاکٹر قدیر خان کے پیچھے پڑ گیا ہے تاکہ ایٹم بم کے خالق کو ذہنی طور پر اس قدر پریشان رکھا جائے کہ وہ بددل ہو کر اس کام کو یا تو ترک کر دے یا پھر ایسے انتہائی مشکل سائنسی کام کے لیے جس لگن اور انہماک کی ضرورت ہوتی ہے، اس سے محروم ہو جائے۔ یہ بات میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور آئندہ بھی قوم کے کمزور حافظے کو مسلسل یاد دلاتا رہوں گا تاکہ وہ قوم جو اپنے اس محسن پر جان چھڑکتی ہے، ہوشیار رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مخالفین کا

مسلسل پروپیگنڈہ اور ان کو ذہنی پریشانی اور اذیت سے دو چار کرنے والوں کی ہمتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں۔ ماحول کی صفائی کے نام پر انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے گھر پر بلڈوزروں سے حملہ کر دیا۔ میں نے اس حملہ کے نتیجے میں جو بربادی ہوئی ہے' اسے دیکھا ہے۔ گزشتہ دنوں اس جائے واردات کو دیکھنے کے لیے میں اسلام آباد چلا گیا اور وہاں سے بنی گالا کے چھوٹے سے گاؤں میں جس کی ٹوٹی ہوئی دیواریں اور بھاری بھرکم بلڈوزروں سے کچلی اور مسلی ہوئی سڑکیں کسی غنیم فوج کی آمد کا پتہ دے رہی تھیں' گھروں کو توڑتے ہوئے وزارت ماحولیات کا توپخانہ مکانوں کو گراتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور دیواروں کے ساتھ ساتھ انسانوں کے جسم بھی گرتے رہے۔ گولیوں سے پانچ پاکستانی جاں بحق ہوگئے اور کئی زخمی ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کے گھر سے باہر سڑک پر بلڈوزروں کو بار بار پھرایا گیا' جس سے سڑک ٹوٹ گئی لیکن ڈاکٹر صاحب کا مکان ایک محب وطن افسر کی کارروائی سے انکار پر گرایا نہ جا سکا۔ ڈاکٹر صاحب کا مکان فی الحال تو بچ گیا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی نابینا' ان کے مکان تک بھی پہنچ جائے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۹۲ء)

نشان پاکستان

"۲۳ مارچ ۱۹۹۷ء کو محسن پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پہلی مرتبہ پاکستان کا اعلیٰ ترین سول اعزاز "نشان پاکستان" دیا گیا۔ اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے معروف صحافی عبدالقادر حسن اپنے کالم "ایک دیو مالائی شخصیت" میں لکھتے ہیں:

"بار بار کہی ہوئی بات کو ایک مرتبہ پھر سن لیجئے کہ اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور اور بڑے ملک سے ہم جو پنجہ آزمائی کے موڈ میں رہتے ہیں اور ہمارا دشمن ہم پر کچکچاتا رہتا ہے' مگر اس کا کچھ بس نہیں چلتا تو اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ایک پاکستانی نے اپنے وطن عزیز میں ایک ایسی طاقت بھر دی ہے کہ دشمن اس کے سامنے بے بس ہوگیا ہے۔ ہمارے ایمان کی طاقت تو کرپشن کھا گئی ہے یا غربت نے ہمیں کفر کے قریب کر دیا ہے اور جو بچ گئے ہیں وہ بوجوہ بے بس ہوگئے ہیں لیکن مادے کی پرستار اس دنیا میں انسانوں نے صرف

مادی قوت پر بھروسہ کرنا شروع کر رکھا ہے اور اس شخص نے اس ملک کو اسی مادی قوت سے بھر دیا ہے۔ وہ حکم یاد آتا ہے کہ ہلکے ہو یا بھاری' خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور یہ بھاری ہونا اسلحہ سے لیس ہونا ہے اور آج کا بھاری اسلحہ ایٹم کا اسلحہ ہے جو سب کچھ آن واحد میں برباد اور نابود کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری پیہم غلطیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ہم پر ترس کھاتا رہتا ہے۔

اس کی ایک صورت عبدالقدیر خان نام کے ایک نوجوان کی صورت میں کئی برس پہلے پاکستان کو تحفہ میں ملی۔ ہمارا کوئی عمل ایسا ضرور تھا جس کا ہمیں یہ پھل ملا۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں اور آج اسے دہراتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے جو یورپ میں مقیم تھے' جب ٹی وی پر مشرقی پاکستان میں ہماری شکست کی فلمیں دیکھیں تو ان کے دل میں ایمان کی چنگاری شعلہ بن کر بھڑک اٹھی اور طے کیا کہ وہ وطن عزیز پر پھر ایسا وقت کبھی نہ آنے دیں گے اور آج وہ روئے زمین کے ایسے چند انسانوں میں سے ہیں' جنہوں نے کوئی بہت بڑا عہد کیا اور وہ پورا کر دیا۔ اس عہد کو پورا کرنے میں ان کی جدوجہد ایک عالمی داستان بن کر زندہ ہوگئی۔ چنانچہ آج جب حکومت پاکستان کا نمائندہ ان کو اعزاز دیتے ہوئے یوں تعارف کراتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان ایک دیومالائی شخصیت بن چکے ہیں تو وہ اس سائنس دان کی اسی جدوجہد کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ایک لوک گیت بن کر ہر غیرت مند پاکستانی کے دل میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔

ڈاکٹر صاحب کو یہ اعلیٰ ترین اعزاز قدرے تامل کے بعد دیا گیا۔ ایسا ہوا کہ جب اعزازات طے ہو رہے تھے تو مجھے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کو "نشان پاکستان" کا اعزاز دینے کی تجویز ہے لیکن کہیں کوئی رکاوٹ پیش آ رہی ہے۔ جناب حامد ناصر چٹھہ اس کمیٹی کے چیئرمین تھے جو قومی اعزازات کی حتمی سفارش کرتی ہے۔ انہی دنوں جونیجو مسلم لیگ کا اجلاس لاہور میں چودھری صاحب کے گھر پر منعقد ہونے کی اطلاع ملی۔ میں وہاں پہنچا تو چند مسلم لیگی لیڈر اس وقت پہنچ چکے تھے۔ میں نے اپنی حاضری کا مقصد بیان کیا تو سب نے کہا کہ اس پر کون پاکستانی اعتراض کر سکتا ہے۔ اتنے میں چودھری صاحب اس کمرے میں داخل ہوئے' میں نے مدعا بیان کیا کہ ظاہر ہے مجھے اس معاملے میں صرف ایک پاکستانی کی حیثیت سے دلچسپی ہے اور چودھری صاحب سے عرض کیا کہ وزیراعظم بے نظیر ان کی ہر بات مانتی ہیں اور ڈاکٹر صاحب تو بھٹو مرحوم کے زمانے میں پاکستان آئے تھے اور پھر میں

نے ان دونوں کے تعلق کے بارے میں کچھ بیان کیا اور کہا کہ آپ اس مجوزہ اعزاز کی سفارش کریں بلکہ اس کی یقین دہانی کرائیں۔ جواب میں چودھری حامد ناصر نے اس رکاوٹ کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس مجوزہ اعزاز سے ایک درجہ نیچے کا اعزاز ڈاکٹر صاحب کو ملا ہوا ہے۔ اسے اپ گریڈ کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کی کوئی روایت نہیں ہے۔ سوائے ڈاکٹر عبدالسلام کے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کا نام سن کر تمام مسلم لیگی لیڈروں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ چودھری صاحب آپ کی بات پر حیرت ہو رہی ہے' آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے کیا مثال دی ہے۔ جونیجو لیگ کے سربراہ کی اس بات پر میرا دل ٹوٹ گیا۔ انہوں نے جو موازنہ کیا' اس پر ان کے ساتھیوں سمیت سب کو حیرت تھی۔ میں وہاں سے اجازت لے کر مزید کچھ کہے بغیر چلا آیا لیکن مجھے یقین تھا کہ معاملہ ایسا ہے کہ کوئی شخص بھی ایسی غلطی کرنے سے پہلے بار بار سوچے گا"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۳۰ مارچ ۱۹۹۷ء)

کس حیثیت میں ایوارڈ دیا گیا

"قومی اسمبلی کے وقفہ سوالات میں آج مشہور قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کو نشان امتیاز کا سول ایوارڈ دینے پر گرما گرم بحث ہوئی اور یہ نکتہ اٹھایا گیا کہ آیا یہ ایوارڈ ڈاکٹر عبدالسلام کو مسلمان کی حیثیت سے دیا گیا ہے یا غیر مسلم کی حیثیت سے۔ لیاقت بلوچ نے کہا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس سول ایوارڈ کے حوالے سے سرکاری ذرائع ابلاغ' ڈاکٹر عبدالسلام کو مسلمان سائنس دان کے طور پر متعارف کراتے رہے ہیں۔ اس کے جواب میں سرکاری بنچوں کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو محض سائنس دان ہونے کے ناطے نشان امتیاز کا ایوارڈ دیا گیا ہے"۔

(روزنامہ "جسارت" کراچی' ۲ دسمبر ۱۹۸۶ء)

عربی اور اردو زبان کے خلاف سازش

"ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی پچھلے دنوں پاکستان آئے اور انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں عربی زبان کے خلاف جو باتیں کی ہیں' وہ انتہائی تکلیف دہ اور قابل مذمت ہیں۔ عربی قرآن کی زبان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اہل جنت کی زبان ہے۔ کوئی بھی

مسلمان عربی زبان کے خلاف بات سننے کو تیار نہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں عربی اصلاحات کو غیرمانوس قرار دیا۔ قادیانیوں کو عربی زبان سے کیسے محبت ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ قادیانی، "رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ایک جعلی نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس سے پہلے ڈاکٹر عبدالسلام نے لندن کی ایک تقریب میں بھی اردو زبان کو مسخ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اس سے قبل اس نے گورنمنٹ کالج لاہور کے مجلّہ ماہنامہ "راوی" جلد۷ دسمبر۱۹۸۹ء جو ۱۲۵ سالہ جشن کا خصوصی شمارہ ہے) کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

> "میں چاہوں گا کہ پاکستان میں ایک نئی اردو پیدا ہو جو پرانی اردو، سندھی، بلوچی، پشتو، انگریزی، پنجابی اور جھنگ کی منفرد بولی کا امتزاج ہو۔ جو یگانگت اور قومیت کا احساس بڑھائے"۔

چونکہ ڈاکٹر کے دل میں کھوٹ ہے اس لیے مذکورہ بالا بیان سے اس کے دل کا کھوٹ باہر آگیا ہے۔ یہ نہ صرف اردو جو بین الصوبائی ہے اور پاکستان کے تمام صوبوں میں بولی جاتی ہے، اس کے خلاف سازش ہے بلکہ سندھی، بلوچی، پشتو وغیرہ کے خلاف بھی سازش ہے۔ اس لیے ہم تمام زبانوں کے ادیبوں، دانشوروں اور اہل علم کو چاہیے کہ وہ قادیانیوں کی سازش کو سمجھیں۔ ہمیں یہاں مصر کے مرحوم صدر جمال عبدالناصر کا مقولہ یاد آگیا۔ انہوں نے اپنی کتاب "فلسفہ انقلاب" میں لکھا ہے:

> "اگر سمندر کی تہہ میں دو مچھلیاں بھی باہمدگر برسرپیکار ہوں تو سمجھ لیجئے کہ اس چپقلش میں بھی سیاست افرنگ کی کارفرمائیاں ہوں گی"۔

پنجاب کی تعلیمی پالیسی

"محکمہ تعلیم پنجاب میں آج کل جو افسران تعینات ہیں، ان کے بارے میں عوام الناس کی رائے یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر شاید اب تک ذہنی بلوغت کو نہیں پہنچے۔ پنجاب کے دور دراز کے اضلاع سے آنے والے اکثر غرض مندوں کے پاس وسیلہ نہیں ہوتا، جس کے زور پر وہ افسر مجاز سے مل سکیں۔ جن کے پاس "پرچی" ہوتی ہے، ان کو پہلے بلا لیا جاتا ہے۔ کچھ بالانشیں ٹیلیفون کر کے اپنے آدمی بھیج دیتے ہیں اور انہیں بھی اندر بلا لیا جاتا ہے۔ یہ تو محکمے کے عمومی حالات ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ بعض اطلاعات کے مطابق سترہ گریڈ سے اوپر کے سب سے زیادہ قادیانی افسر محکمہ تعلیم میں ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ پنجاب کی تعلیمی پالیسی کی ذمہ داری بھی مبینہ طور پر قادیانی نوبل پرائز یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام

کے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے اور وہ پچھلے ڈیڑھ ماہ میں دو دفعہ پاکستان آ چکے ہیں۔ لاہور میں سیکرٹری تعلیم پنجاب کو ان کے ساتھ رہنے کی ہدایت تھی۔ بظاہر یہ کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام سے سائنسی پالیسی پر تبادلہ خیال کیا جا رہا ہے مگر محکمہ تعلیم کے باخبر حلقوں کے مطابق وہ پنجاب کی مکمل تعلیمی پالیسی ترتیب دیں گے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون"۔

(ہفت روزہ "ندا" لاہور' ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ء)

ڈاکٹر عبدالسلام کی پراسرار بیماری اور سترویں سالگرہ

❑ "نوبل انعام یافتہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام ایک نامعلوم بیماری کے باعث چلنے پھرنے سے قطعی طور پر معذور ہوگئے ہیں اور صرف وہیل چیئر کے ذریعے حرکت کر سکتے ہیں۔ وہ ان دنوں اٹلی میں مقیم ہیں"۔

(روزنامہ "پاکستان" لاہور' ۱۸ جولائی ۱۹۹۲ء)

❑ "نوبل انعام یافتہ پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام اٹلی میں شدید علیل ہیں۔ ان پر فالج کا ایک اور حملہ ہوا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۶ جون ۱۹۹۳ء)

"پھر خبر آئی ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام ان دنوں اٹلی میں ماہرین کی نگرانی میں زیر علاج ہیں اور وہ ایک پیچیدہ بیماری "پروگریسیو سپرانیو کلاپالسی" کا شکار ہوگئے ہیں۔ اس بیماری کے باعث وہ اٹھنے بیٹھنے اور بات کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور ان کی یادداشت بھی ختم ہوگئی ہے۔ مذکورہ بیماری کا شکار' خبر کے مطابق برطانیہ میں صرف چار سو افراد ہوئے' جن میں ڈاکٹر عبدالسلام بھی شامل ہیں۔ خبر میں ان کی عمر ۶۵ سال ظاہر کی گئی تھی۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی خطرناک بیماری Supranuclear Palsy (PSP) Progressive آخری دم تک تشخیص نہ ہو سکی۔ ماہرین کے مطابق اس بیماری کا شکار مریض تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا ہے اور کسی دوائی سے کوئی افاقہ نہیں ہوتا۔

"پروگریسیو سپرانیو کلا پالسی" ایک پراسرار اور خطرناک فالج کی شکل ہے' جس میں مریض اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہے اور پاگلوں جیسی حرکات کرتا رہتا ہے۔ ماہرین کے مطابق چونکہ یہ ایک نئی بیماری متعارف ہوئی ہے' جس کا مستقبل قریب میں علاج ممکن نہیں ہے۔ بعض لوگ اسے خدائی عذاب سے تعبیر کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نور الدین، مرزا بشیر الدین، امتہ الحفیظ اور سر ظفراللہ خان ایسے ہی عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی اس پراسرار بیماری کا علم ہوتے ہی حکومت پاکستان نے انہیں برطانیہ میں مقیم اپنے ہائی کمشنر کے ذریعے ۲۰ ہزار ڈالر کا چیک بھجوایا، جسے ڈاکٹر عبدالسلام کے لواحقین نے وصول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ رقم اس بیماری کی تحقیق میں خرچ ہونی چاہیے تاکہ جلد از جلد اس کا علاج دریافت ہو سکے۔ لہٰذا ڈاکٹر عبدالسلام کے ورثاء کی خواہش پر یہ رقم اس بیماری کی تحقیق کرنے والے ادارہ عالمی صحت کو دے دی گئی۔

پھر یہ خبر آئی کہ:

❑ "پاکستان کے نوبل انعام یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام بیماری کے سبب اپنی یادداشت سے محروم ہوگئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام ان دنوں برطانیہ میں مقیم ہیں اور ان کی عمر ۶۵ سال کے لگ بھگ ہے۔ ان کے قریبی ذرائع نے بتایا کہ دنیا کے بہترین ڈاکٹر ان کا علاج کر رہے ہیں"۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی ۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۵)

ڈاکٹر عبدالسلام کے بیٹے احمد سلام نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کچھ عرصہ سے "پروگریسو سپرائیو کلا پالسی" کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ پارکنسن بیماری کی طرح یہ بیماری ایک لاکھ میں سے ایک کو ہو سکتی ہے اور برطانیہ میں صرف چار سو افراد اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی ۸ر اکتوبر ۱۹۹۵)

بعض بیماریاں مخصوص حالات کا اظہار کرتی ہیں۔ مثلاً مغربی معاشرے میں جنسی بے راہ روی اور ہم جنس پرستی نے ایڈز جیسی مکروہ بیماری کو جنم دیا، جس کی ہلاکت سے مغرب لرزہ براندام ہے اور جنوبی امریکہ کے ملکوں میں ہاگ وائرس کی ایک بیماری پھیلنے کی علامات ہیں، جس میں مریض کی شکل مسخ ہو کر سور جیسی ہو جاتی ہے اور یہ بیماری یقیناً ایڈز سے زیادہ خوفناک نظر آتی ہے اور اس کی پشت پر بھی ایڈز والے عوامل کارفرما ہیں۔ اسی طرح روحانی بے راہ روی ایسی جسمانی بیماریوں کا باعث ہو جاتی ہے، جن کا تعلق غور و فکر اور اظہار و خیال سے ہوتا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑی بیماری کفر و شرک میں مبتلا ہونے اور اس سے بھی شدید تر، ارتداد، زندقہ اور شان رسالتؐ میں گستاخی کرنے کو اختیار کر لینا ہے۔ موخرالذکر روحانی امراض میں مبتلا بدبختوں کا انجام عبرت ناک ہوا کرتا ہے۔ ڈاکٹر

عبدالسلام کا تعلق ایسے ہی بدبخت گروہ سے ہے اور اس مذہب کے تقریباً تمام لوگ ایسے ہی پیچیدہ اور عبرتناک امراض میں مبتلا ہو کر جہنم رسید ہوتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ "ڈاکٹر" صاحب کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریروں کی روشنی میں کیا ہوا؟

۱ - فالج سخت بلا ہے ("حقیقت الوحی" ص۲۲۳' "روحانی خزائن" جلد۲۲' ص۲۳۳)

۲ - فالج نہایت سخت دکھ کی مار ہے' قہر ہے' غضب الٰہی ہے۔ ("انجام آتھم" ص۲۶' "روحانی خزائن" جلد۱۱' ص۲۶)

۳ - فالج خبیث مرض ہے۔ ("اربعین" نمبر۳' ص۳۵' حاشیہ "روحانی خزائن" نمبر۱۷' ص۴۱۹)

۴ - اور خود خدا تعالیٰ نے فرمایا "اے عبدالحکیم تو مفلوج ہونے سے بچایا جائے گا کیونکہ اس میں شماتت اعداء ہے۔ ("تذکرہ" مجموعہ الہامات' ص۱۷۶' از مرزا غلام احمد قادیانی)

تازہ خبر ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کی سترویں سالگرہ پاکستان میں سرکاری و نیم سرکاری سطح پر تزک و احتشام سے منائی جا رہی ہے۔ سنجیدہ حلقوں میں اس خبر پر حیرت کا اظہار کیا گیا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کی سالگرہ منانے کی کوئی خبر آج تک تو شائع نہیں کی گئی۔ اب سترویں سالگرہ منانے کا اعلان ہوا اور پاکستانی حکومت نے سرکاری سطح پر سیمیناروں اور تقریبات کا بندوبست کرنا شروع کر دیا۔ سرکاری اور حزب اختلاف کے سرکردہ لیڈروں کی طرف سے مبارک باد کے بیانات نشر ہونے لگے۔ سینٹ کے چیئرمین نے تو یہ تک کہہ دیا کہ:

> "اسلام آباد (این این آئی) چیئرمین سینٹ وسیم سجاد نے کہا ہے کہ پروفیسر عبدالسلام نے پاکستان میں ایٹمی پروگرام کی بنیاد فراہم کر کے اسے ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ ۲۱ ویں صدی میں داخل ہونے کے قابل بنایا ہے۔ پیر کے روز قائداعظم یونیورسٹی کی فزکس سوسائٹی کے زیر اہتمام نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کی ۷۰ ویں سالگرہ کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پروفیسر عبدالسلام زندہ ہیرو ہیں اور سائنسی میدان میں ان کی تیسری دنیا خصوصاً

پاکستان کے لیے خدمات ناقابل فراموش ہیں"۔

(روزنامہ "جسارت" کراچی' ۳۰ جنوری ۱۹۹۶ء)

عوامی نمائندگی کے ایک اور مدعی نے علماء کرام کو اپنے بیان میں اس طرح ڈانٹنا شروع کر دیا کہ:

"کراچی ۲۹ جنوری (اسٹاف رپورٹر) قومی محاذ آزادی کے سربراہ معراج محمد خان نے شہرہ آفاق نوبل انعام یافتہ پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کو ۷۰ ویں سالگرہ پر مبارک باد پیش کی ہے اور ملکی خدمات کے حوالے سے انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اپنے ایک بیان میں انہوں نے مولوی حضرات کی جانب سے ڈاکٹر صاحب کی کردار کشی کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ کچھ لوگ ملک سے اور بعض لوگوں سے ملک پہچانا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی شخصیت بھی ایسی ہے جن سے پاکستان دنیا بھر میں شناخت کیا جاتا ہے۔ لہٰذا مولوی حضرات ڈاکٹر صاحب کی کردار کشی سے باز رہیں اور ان کی خدمات کا اعتراف کریں"۔

(روزنامہ "امن" کراچی' ۳۰ جنوری ۱۹۹۶ء)

بے چارے ڈاکٹر عبدالسلام اپنی تمام تر صلاحیتوں اور جنوب مشرقی ایشیاء کے ملکوں پر عظیم احسان کرنے کے باوجود اپنی صحت کے زمانہ میں سالگرہ کی ایسی تقریبات سے کیوں محروم رہے؟ اچانک پاکستانی حکمرانوں اور لیڈروں کو اپنی غلطی کا احساس کیسے ہوگیا؟ ساری سالگرہیں روکھی پھیکی گزر گئیں۔ اب سترویں سالگرہ کو دھوم دھام سے منا کر کیا سارے احسانات کا یکبارگی بدلہ چکایا جا رہا ہے؟ یا ساری کارروائی کسی خفیہ اشارے پر ہو رہی ہے اور یہ کسی خوفناک طوفان کا پیغام ہے؟۔۔۔ یہ سوال ذرا سنجیدگی کے ساتھ مسئلہ کو سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے!

ڈاکٹر عبدالسلام کون ہیں؟ قومی اسمبلی اور سینٹ کا کوئی ممبر اس حقیقت سے لاعلم نہیں ہو سکتا کہ قادیانی گروہ کو ۱۹۷۴ء میں جب غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا تو اس مسئلہ کے ہر پہلو پر بحث ہوئی تھی کہ قادیانیت اسلام کے بالکل خلاف انگریزوں کے اشارے پر وجود میں آنے والا نیا اختراعی مذہب ہے اور قادیانی' مسلمانوں کے ہمیشہ دشمن ثابت ہوئے ہیں۔ اس گروہ کو جب بھی موقع ملا' مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے سے دریغ نہیں کیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان نے انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ عراق پر حملے میں انگریزی فوج کی ہمراہی میں رہے۔ تمام اسلامی دنیا میں انگریزوں کی جاسوسی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کی نازک گھڑی میں عین وقت پر باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا انکار کر کے گورداسپور کو ہندوستان کے حوالے کروا دیا جس کے نتیجہ میں کشمیر آج تک پاکستان کے لیے خطرناک ترین مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ۱۹۴۸ء میں جنگ کشمیر میں قادیانی کمانڈر کا کردار بریگیڈیئر گلزار نے اپنے تازہ مطبوعہ انٹرویو میں خوب بتایا ہے۔ ۱۹۴۹ء' ۱۹۵۱ اور ۱۹۷۳ء میں فوجی انقلاب کے ذریعے پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی سازشیں تیار کیں۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کو بے مقصد جنگ میں جھونک دیا۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں ایم ایم احمد نے اہم کردار ادا کیا۔ اس گروہ کے سرکردہ فرد وزیر خارجہ سر ظفراللہ قادیانی نے قائداعظم کے جنازہ میں یہ کہہ کر شرکت سے انکار کر دیا کہ مجھے مسلمان حکومت کا کافر وزیر سمجھو یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر۔ قومی اسمبلی کی پوری کارروائی مطبوعہ شکل میں مختلف پیراؤں میں بازار میں دستیاب ہے۔ پیپلز پارٹی کے سابق رہنما اور سینٹ کی ذمہ دار کرسی پر براجمان سیاست دان سمیت تہنیت شائع کرانے والے ان تمام لیڈروں کی ماضی کے تمام تاریخی حقائق سے اس طرح چشم پوشی کا مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتے۔

بقول جسٹس صمدانی جو گروہ ختم نبوت کی سنگلاخ زمین میں نبوت کا پودا اگا سکتا ہے' جس گروہ کا بانی قرآن کریم کی آیات کو توڑ موڑ کر اپنی وحی قرار دے لیتا ہو' اس گروہ کے ایک فرد کو پاکستان ہی نہیں' جنوب مشرقی ایشیاء کے لیے ایٹمی قوت کا ہیرو قرار دے دیا جائے تو یاد رکھیے حقائق اپنی جگہ کبھی نہیں چھوڑ سکتے اور ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا مقام نہیں گرایا جا سکتا۔ اسی طرح جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی غلامی کا جواء اتار کر انگریزی نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی غلامی کا قلاوہ گلے میں ڈال لیا ہو' اس کی کردار کشی کا الزام علماء پر عائد کرنا باعث حیرت ہے۔

کسی عیسائی' ہندو' یہودی' کمیونسٹ کہلانے والے کو ان ناموں سے پکارنا کردار کشی کے زمرے میں نہیں آ سکتا تو قادیانی کو قادیانی کے لقب سے یاد کرنا کس قانون یا اخلاق کی رو سے کردار کشی کہلائے گا؟ جب کہ اسلام میں ہر وہ شخص کافر (انکار کرنے والا) ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی اور نبی کا پیروکار ہو۔ قرآن

کے علاوہ کسی اور وحی پر ایمان رکھتا ہو' سنت نبوی کو چھوڑ کر کسی اور طریقے کو ذریعہ نجات سمجھتا ہو' اسلام کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال جانتا ہو وغیرذلک۔ البتہ قادیانی' کافروں کی دوسری اقسام سے بوجوہ شدید ترین کافر ہیں۔ انہی میں سے دو بڑی وجوہ نئے جعلی نبی پر ایمان اور اس کے باوجود اپنی علیحدہ شناخت کے بجائے مسلمان ہونے پر اصرار بھی ہے۔

سترویں سالگرہ پر گرمجوشی کے حالیہ رنگ سے **طبعاً** یہ سوال سطح ذہن پر ابھرتا ہے کہ دو عشروں سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے پاکستان کو لعنتی ملک قرار دے کر کوچہ جاناں میں مستقل بسیرا کر لیا۔ پاکستانی لیڈروں کو اس کے فراق نے آج تک بے کل نہ کیا۔ اب تیسرا عشرہ شروع ہوچکا تو یکایک قصائد فراق پڑھے جانے لگے۔ طاق نسیان سے ایٹمی موتیوں کی لڑیاں نمودار ہونے لگیں۔ آخر یہ انقلاب کیسا؟ کسی خفیہ ڈوری نے کٹھ پتلیوں کا تماشا تو نہیں دکھایا؟

(اداریہ ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی)

لطیفہ یا جہالت

نیشنل اکیڈمی برائے میڈیکل سائنسز پاکستان کے "سائنس دانوں" نے اپنی سائنٹیفک سوچ کا اظہار کرتے ہوئے نئی مغربی پیچیدہ بیماری "پروگریسیو سپرانیو کلا پالسی" کے شکار ڈاکٹر عبدالسلام کو ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے نیشنل اکیڈمی برائے میڈیکل سائنسز آف پاکستان کا مشیر مقرر کر لیا ہے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی اے پی پی کی خبر کے مطابق یہ پہلی دفعہ ہوا کہ پاکستان میں سائنس دانوں نے پاکستان کے واحد نوبل انعام یافتہ سائنس دان کو عملی طور پر مانا ہے

(روزنامہ "دی نیوز" لاہور ۲ر مارچ ۱۹۹۵)

ڈاکٹر عبدالسلام' مرزا طاہر اور قادیانی جماعت میں اختلافات

❑ "جماعت احمدیہ ربوہ' نئے خلیفہ کے انتخاب کے موقع پر انتشار کا شکار ہوگئی ہے۔ چنانچہ آج ربوہ میں نئے خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں حتمی اعلان سے قبل مسجد مبارک کے باہر زبردست ہنگامہ آرائی ہوئی اور دو گروپوں میں نصف گھنٹہ تک ہاتھا پائی ہوتی رہی۔ خلافت کے ایک امیدوار مرزا رفیع احمد جو مجلس مشاورت کے اجلاس سے واک آؤٹ کر

کے باہر آ گئے تھے' کو ایک کار میں ڈال کر اغوا کرنے کی کوشش کی گئی۔ نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت کا اجلاس آج دوپہر ڈیڑھ بجے کے قریب ربوہ کی مسجد مبارک میں شروع ہوا۔ اجلاس کے شروع ہوتے ہی مسجد کی بیرونی دیوار کے تمام دروازے مقفل کر دیے گئے اور کسی کو ان دروازوں کے قریب نہ جانے دیا گیا۔ اس عرصہ میں جماعت کے ہزاروں ارکان باہر کھڑے انتخاب کے اعلان کا انتظار کرتے رہے۔ اڑھائی بجے کے قریب مرزا رفیع احمد مجلس مشاورت کے اجلاس سے واک آؤٹ کر کے باہر آئے اور اپنے حامیوں کو لے کر چوک میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے ایک بس کی پچھلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر مختصر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں نے خلافت کے اصولوں کی دھجیاں بکھیر دی ہیں اور انہیں انتخاب خلافت سے خارج کر دیا ہے جو صراصر ناانصافی ہے۔

مرزا رفیع احمد نے کہا کہ میں جان دے دوں گا۔ آپ میری جان لے لیں۔ اس پر مرزا طاہر احمد کے حامی بھی وہاں جمع ہو گئے اور انہوں نے مرزا رفیع کو بس سے اتار لیا۔ اس پر ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی۔ چوک میں دونوں گروپوں کے حامیوں میں تقریباً نصف گھنٹے تک ہاتھا پائی ہوتی رہی۔ اس عرصہ میں مرزا رفیع احمد کو ایک کار نمبر اے۔ جے۔ کے ۳۰۰ میں زبردستی بٹھانے کی کوشش بھی کی گئی مگر ان کے حامیوں نے یہ کوشش ناکام بنا دی جس کے بعد مخالف گروپ کے ارکان مرزا رفیع احمد اور ان کے حامیوں کو ان کے گھر کی طرف جانے والی سڑک پر دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے اور یہ سڑک بند کر دی گئی تاکہ کوئی بھی شخص مرزا رفیع احمد کے پاس نہ پہنچ سکے۔

اس واقعہ کے بعد مرزا رفیع احمد اپنے گھر چلے گئے۔ سوا تین بجے "مسجد" سے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا گیا کہ مجلس مشاورت نے متفقہ طور پر مرزا طاہر احمد کو جماعت احمدیہ کا چوتھا خلیفہ منتخب کیا ہے' جس کے بعد مرزا طاہر احمد نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ بہت گنہگار ہیں۔ تاہم جماعت نے ان کے کندھوں پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں' وہ انہیں نبھانے کی پوری کوشش کریں گے۔ پانچ بجے کے بعد مرزا ناصر احمد کی تدفین کی رسومات ادا کی گئیں' جن میں سابق وزیر خارجہ چودھری ظفراللہ خان' ایم۔ ایم۔ احمد اور جماعت احمدیہ کے دیگر لیڈر بھی شریک ہوئے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ روز بھی ایک گروپ نے یہ نعرے لگائے تھے کہ خلیفہ ایک مخصوص کنبے کے بجائے ان میں سے منتخب کیا جائے۔ اس طرح اب جماعت احمدیہ تین گروپوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ جن میں ایک مرزا طاہر احمد اور دوسرا مرزا

رفیع احمد کا حامی ہے جبکہ تیسرا گروپ' خلیفہ کا انتخاب' جماعت کے عام ارکان میں سے چاہتا ہے۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' ۱۱ جون ۸۲ء)

❑ "احمدیہ جماعت ربوہ کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر احمد کی وفات کے بعد سربراہی کے مسئلہ پر جماعت میں جو بحران پیدا ہوا ہے' وہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ مرزا طاہر احمد اگرچہ اپنے سوتیلے بھائی مرزا رفیع احمد اور ان کے حامیوں کو جماعت سے خارج کر چکے ہیں' تاہم مرزا رفیع احمد کے خصوصی ترجمان نے بتایا ہے کہ مرزا رفیع احمد کی بیعت کرنے کے لیے روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں احمدی ان کی رہائش گاہ پر پہنچتے ہیں لیکن ان کے مکان سے نامعلوم افراد جواب دیتے ہیں کہ ہمیں مرزا رفیع احمد کے بارے میں کوئی پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ ہم تو صرف مکان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ترجمان نے انکشاف کیا ہے کہ ابھی تک عالمی شہرت کے حامل مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) سابق ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی حکومت پاکستان اور معروف سائنس دان ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام نے مرزا طاہر احمد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ انہوں نے مزید انکشاف کیا کہ مرزا رفیع احمد کے ہزاروں حامیوں نے اپنی الگ تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کر کے تمام ضروری لائحہ عمل مرتب کر لیا ہے۔ اس تنظیم کا صدر مقام ربوہ ہوگا۔ ترجمان کے مطابق مرزا رفیع احمد کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ جس کی وجہ سے ربوہ کی اسی فیصد آبادی میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور' ۲۰ جون ۸۲ء)

❑ "قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کے سوتیلے بھائی مرزا رفیع احمد شدید علیل ہوگئے ہیں اور ان کی حالت تشویش ناک بیان کی جاتی ہے۔ ربوہ کے اکثر حلقوں کے مطابق انہیں لاہور منتقل کر دیا گیا ہے۔ ادھر مرزا طاہر احمد کے حقیقی بھائی مرزا مبارک احمد جو مرزا طاہر احمد کے مدمقابل سربراہی کے امیدوار تھے' بوجہ "علالت" امریکہ چلے گئے ہیں۔ جماعت میں سربراہی کا بحران شدید ہوتا جا رہا ہے۔ مرزا طاہر احمد نے "قصر خلافت" کی از سر نو تعمیر کی نگرانی پر اپنے داماد اور مرزا ناصر کے بیٹے مرزا لقمان کو مامور کر دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مرزا طاہر احمد نے جماعت کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر احمد کے کمروں کو سربمہر کر دیا ہے۔ چونکہ "قصر خلافت" کی عمارت گرائی جا رہی ہے' اس لیے مرزا طاہر احمد نے

گیسٹ ہاؤس کے دو کمروں پر مشتمل اپنا دفتر قائم کر لیا ہے اور ایک کمرہ مرزا ناصر کی دوسری بیوی طاہرہ کے لیے مخصوص کر دیا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور' ۲۹ جون ۸۲ء)

❑ "معلوم ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مرزا ناصر احمد کی وفات کے بعد جماعت کی سربراہی کے ایک امیدوار مرزا رفیع احمد کو ربوہ کے مدرسہ احمدیہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ مرزا رفیع احمد نے جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد کے خلاف انتخاب میں حصہ لیا تھا مگر انہیں انتخاب سے فارغ کر دیا گیا۔ بعد ازاں انہوں نے مرزا طاہر احمد کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح دونوں کے درمیان اختلافات بڑھنے سے جماعت احمدیہ اندرونی خلفشار کا شکار ہو گئی۔ ادھر پتہ چلا ہے کہ مرزا ناصر احمد نے وفات سے قبل جس لیڈی ڈاکٹر سے شادی کی تھی' اس کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۱۵ جولائی ۱۹۸۲ء)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا ناصر کی دوسری شادی کے سلسلہ میں ہم بعض خاص باتوں کا ذکر بھی کرتے چلیں۔

معروف قادیانی پروفیسر نصیر احمد کی ایک چھوٹی بہن ڈاکٹر طاہرہ لجنہ اما اللہ (قادیانی عورتوں کی تنظیم) کی اہم عہدیدار تھی۔ پروفیسر صاحب اس کی شادی کے لیے کوشاں تھے۔ ڈاکٹر طاہرہ اپنے حسن و جمال کے حوالہ سے قادیانی حلقہ میں بے حد معروف تھی۔ علامہ سلطان اپنی تصنیف "قادیانیوں کی عریاں تصویریں" میں لکھتے ہیں کہ "یہ دوشیزہ اپنے قاتلانہ نخروں کے ساتھ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد کے بڑے صاحبزادے مرزا لقمان احمد (جو قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد کے داماد ہیں) کو کئی بار "درشن" دے چکی تھی۔ اس کی چشم نیم باز اور شوخ قہقہے اس متوقع خلیفہ کے کلیجہ پر چھری چلا جاتے۔ جب وہ خلیفہ کی رائل فیملی کے گھر آ نکلتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے بارش کی رت میں کوئی مورنی ناچ رہی ہے"۔

مرزا لقمان اور ڈاکٹر طاہرہ کا عشق پروان چڑھتا رہا۔ آخر مرزا لقمان نے اپنی والدہ سے اپنے دل کی بات کہہ دی اور ڈاکٹر طاہرہ سے دوسری شادی کرنے کی اجازت چاہی۔ ماں نے اجازت دے دی لیکن اس بات کی بھنک مرزا طاہر احمد کے کانوں میں پڑی تو اس نے مرزا ناصر احمد سے بات کی اور کہا کہ اگر اس کی بیٹی کے مقابلہ میں کوئی دوسری سوکن

لائی گئی تو وہ اس سلسلہ میں سخت قدم اٹھائیں گے۔ مرزا ناصر احمد نے جماعت احمدیہ میں انتشار روکنے کی خاطر مرزا لقمان کو دوسری شادی کرنے سے سختی سے منع کر دیا۔

ادھر نیرنگی دوراں دیکھیے کہ ڈاکٹر طاہرہ کے سلسلہ میں میں جو رشتے آئے' ان کے ناموں کی لسٹ بنا کر انہوں نے اپنے پیر و مرشد مرزا ناصر احمد کے پاس دعا کے لیے بھیجی کہ اس کے لیے وہ مناسب نام اس لسٹ میں سے بتا دیں۔ مرزا ناصر نے لسٹ میں درج شدہ سارے نام کاٹ کر اوپر اپنا نام لکھ دیا اور لسٹ پروفیسر صاحب کو واپس کر دی۔ انہی دنوں خلیفہ کے لیے بیوی کی اہمیت پر مرزا ناصر نے خطبے بھی دینے شروع کر دیے کہ "میں نے استخارہ کر کے معلوم کیا ہے کہ یہ رشتہ ہمارے لیے انتہائی بابرکت اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی کا باعث ہوگا"۔ نیز چند کاسہ لیس قسم کے مشہور قادیانی بزرگ استخارہ کرنے بیٹھ گئے۔ ان بزرگوں میں مولوی عبدالمالک' صوفی غلام محمد اور دوست محمد شاہد پیش پیش تھے اور قادیانی اخبار "الفضل" میں ان کی طرف سے بیانات آنے لگ گئے کہ استخارہ میں اس کے رشتہ کے بارہ میں بشارت ہوئی ہے کہ بہت پائیدار' خوشگوار اور طرفین کے لیے باعث برکت اور خوشگوار ازدواجی زندگی دونوں کو ہوگی اور طرفین کے لیے باعث راحت ہوگی۔ ان بزرگوں اور سب چمچوں' لوٹوں کی مبارک سلامت کے شور میں "بڈھا گھوڑا لال لگام" کے مصداق یہ شادی ہوگئی اور مرزا ناصر احمد اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہنی مون منانے اسلام آباد چلے گئے۔ اس پر جماعت احمدیہ کے مخالف لاہوری گروپ نے طنزاً یہ کہنا شروع کر دیا کہ "پچ بیٹے نے تیار کروائی تھی لیکن بیٹنگ باپ نے شروع کر دی"۔

تھوڑا عرصہ بعد جب مرزا ناصر کی وفات ہوئی تو نئی بیوی حمل سے تھی۔ خطرہ تھا کہ کہیں وراثت کے چکر میں طاہرہ کو ختم ہی نہ کروا دیا جائے۔ اس خدشہ کی طرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مکرم مولانا اللہ وسایا صاحب نے ربوہ کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر خطبہ جمعہ میں اظہار فرمایا اور پھر وہی ہوا' جس کا خدشہ تھا۔ مرزا طاہر احمد نے ایک سازش کے تحت ڈاکٹر طاہرہ کو ادویات کھلا کر اس کا حمل ضائع کروا دیا' جس پر طاہرہ کو خطرناک حالت کے پیش نظر ۲۵ر جون ۱۹۸۲ء کو اسلام آباد کے ہسپتال میں داخل کروایا گیا' جہاں طاہرہ کے جسم سے خون کے لوتھڑے خارج ہوتے رہے۔ یہ سب کچھ مرزا طاہر نے اس لیے کیا کہ پیدا ہونے والا بچہ "رائل قادیانی فیملی" کا ممبر کہلوائے گا اور جماعت احمدیہ کی اربوں روپے کی اندرونی اور بیرون ممالک جائیداد میں سے وراثت کا حق دار ہوگا۔ طاہرہ اس صدمہ سے کئی ماہ نڈھال رہی۔ ارباب نبوت کے شہزادوں نے حمل تو ضائع کروا

دیا مگر اس طرح مستقبل میں ایک متوقع وارث سے محفوظ ہوگئے۔ گو طاہرہ کی زندگی بچ گئی مگر ان اندوہناک واقعات کے نتیجہ میں پروفیسر نصیر احمد پر دل کا شدید دورہ پڑا اور وہ جان سے گئے۔ اب میڈم طاہرہ ربوہ میں ایک زندہ لاش کی طرح زندگی گزار رہی ہے۔ حقوق انسانی کی تنظیموں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کی دوسری بیوی لوئس جانسن جو لندن سے ڈاکٹر عبدالسلام کے تابوت کے ساتھ پاکستان آئی' سلام کی پہلی بیوی امتہ الحفیظ اور بیٹیوں عزیزہ' آصفہ اور بشریٰ کی اشتعال انگیزی پر بے حد بدتمیزی کی۔ یہی وجہ ہے کہ سلام کے بیٹے نے اپنے باپ کے جنازہ پر قادیانی جماعت کے متعلق کہا تھا کہ "یہ اب ہمارے نہیں رہے"۔

بالکل یہی سلوک ڈاکٹر عبدالسلام کی سوتیلی ہمشیرہ مسعودہ بیگم (جو ڈاکٹر عبدالسلام کے والد چودھری محمد حسین کی پہلی بیوی سعیدہ بیگم کی اکلوتی بیٹی تھیں) کی زندگی میں ان کے ساتھ کیا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

❑ "قادیانی جماعت میں نئے سربراہ کے انتخاب پر اختلافات شدید ہوگئے۔ مشہور قادیانی رہنما سر ظفر اللہ خان اختلافات کو دور کرانے میں ناکام ہو کر لندن واپس چلے گئے۔ ان کے ساتھ مرزا ناصر احمد کے بھائی اور فارن مشنری انچارج مرزا مبارک احمد بھی بیرون ملک چلے گئے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۶ جولائی ۸۲ء)

❑ "قادیانیوں کے صدر مقام ربوہ میں قادیانی جماعت کی جنگ اقتدار عروج پر پہنچ چکی ہے اور اب بیرون پاکستان مختلف ملکوں میں ان کے مشن بھی اس کھینچا تانی میں شریک ہوگئے ہیں اور متعدد مشنوں نے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ نیز جماعت کے بیرونی مشنوں کے سربراہ مرزا مبارک احمد کو جماعت کا نیا سربراہ منتخب کرنے کی کوششیں شروع کر دی گئی ہیں۔ ان باغی عناصر نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کا نیا صدر مقام مغربی جرمنی میں منتقل کر دیا جائے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران بھی قادیانی ہیڈ کوارٹر کو مغربی جرمنی منتقل کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ اس صورت حال سے قادیانی فرقے کے سربراہ مرزا طاہر احمد

کو سخت تشویش لاحق ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ اس پر قابو پانے کے لیے لندن روانہ ہو گئے ہیں جہاں بڑے بڑے قادیانی رہنما چودھری ظفراللہ' ایم ایم احمد' احمدی مبلغ اور تنظیموں کے سربراہ پہلے سے موجود ہیں۔ ادھر مرزا مبارک اور ان کے ساتھی قادیانی جماعت کو موجودہ سربراہ سے نجات دلانے اور مستقبل کے بارے میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ ان تمام مذاکرات میں مرزا مبارک احمد نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ وہ طاہر احمد کے خلیفہ بننے کے فوراً بعد ہی علاج کے بہانے لندن چلے گئے تھے۔ وہ بیرونی مشنوں میں انتہائی فعال اور موثر شخصیت شمار ہوتے ہیں۔ مرزا ناصر احمد کے مرنے کے بعد بیشتر لوگوں نے مرزا مبارک احمد کو نیا خلیفہ بنانے کی تجویز کی تھی تاکہ قادیانی فرقہ انتشار سے محفوظ رہے لیکن ربوہ کی بیورو کریسی نے یہ تجویز اپنے مالی مفادات کے پیش نظر مسترد کرا دی لیکن قادیانیوں کی اکثریت مرزا طاہر کو اپنا سربراہ ماننے سے انکاری ہے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" کراچی ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء)

❑ "قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے جماعت پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے مرزا رفیع احمد سمیت متعدد بااثر عہدیداروں کو جماعت سے نکال دیا ہے اور قادیانی تنظیموں انجمن احمدیہ' انصار اللہ' خدام الاحمدیہ اور دوسری اہم تنظیموں کے عہدیداروں میں رد و بدل کر کے اپنے گروپ کے حامیوں کی تقرری کی ہے۔ بیرونی مشنوں کی تجدید بیعت سے انکار کے بعد نئے مبلغ اور انچارج مقرر کیے ہیں۔ قادیانی ترجمان روزنامہ "الفضل" کے مطابق نئے سربراہ مرزا طاہر احمد نے لندن روانگی سے قبل اپنے خطبہ جمعہ میں تسلیم کیا کہ جماعت میں اختلافات موجود تھے اور اب جماعت خطرے سے باہر ہے۔ قادیانی جماعت سے بااثر افراد کے اخراج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قادیانی روزنامہ "الفضل" نے مرزا بشیر الدین محمود کا ۸ مارچ ۱۹۵۸ء کا خطبہ جلی سرخیوں سے شائع کیا ہے کہ اگر میرا بیٹا خلافت کا خیال بھی دل میں لائے گا تو اسے اسی وقت احمدیت سے نکال دیا جائے گا اور جو شخص خلافت کا خیال دل میں لائے گا' چاہے وہ کسی کا بیٹا ہو' وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ مرزا طاہر احمد نے بیرونی مشنوں کی بغاوت اور اختلافات کو ختم کرنے کے لیے اپنے بیرون ممالک کے دورے کی روانگی سے قبل قادیانی مشن لندن کے انچارج شیخ مبارک احمد کے مشورہ پر متعدد بیرونی مشنوں کے مبلغوں کو تبدیل کر دیا ہے اور ان مبلغوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر احمد نے بیرونی جماعتوں کو تلقین کی کہ وہ جماعتی اختلافات میں دخل نہ دیں۔ انہوں نے نئے مبلغوں کو ہدایت دی کہ بیرونی مشن میں اپنا

کردار صحیح طور پر ادا کریں کیونکہ مبلغوں کو جماعت کے ٹکڑے کرنے کے لیے بیرون ملک نہیں بھیجا جاتا۔ مرزا طاہر احمد اپنے بیرونی دوروں پر روانگی کے وقت اپنے ساتھ مرزا ناصر کے بیٹے مرزا انس احمد' الفضل کے ایڈیٹر مسعود احمد' انصار اللہ کے صدر چودھری حمید اللہ' خدام الاحمدیہ کے صدر مرزا محمود احمد کے علاوہ دوسری بااثر قادیانی شخصیتوں کو لے گئے ہیں"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" کراچی ۱۳ اگست ۱۹۸۲ء)

❏ "ربوہ کے انتہائی قریبی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ مرزا طاہر احمد کے رشتہ دار اور قادیانی جماعت کے سرکردہ رہنما مرزا رفیع احمد نے مرزا طاہر احمد کے ربوہ سے مسلسل بیرون ملک قیام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جماعت کی قیادت پر قبضہ کرنے کی سرتوڑ کوششیں شروع کر دی ہیں اور مرزا طاہر احمد اور مرزا رفیع کے حامیوں کے درمیان ایک دفعہ پھر اختلافات زور پکڑ گئے ہیں۔ یاد رہے کہ مرزا ناصر احمد کے مرنے کے بعد مرزا طاہر اور مرزا رفیع کے درمیان قیادت کا جھگڑا ہوگیا تھا جس میں مرزا طاہر کے حامیوں نے مرزا رفیع کو دبا لیا۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد کی بیٹی امت الحفیظ' جو ابھی زندہ ہیں' کی مداخلت سے مرزا رفیع اور مرزا طاہر کے درمیان صلح کرا دی گئی۔ عارضی طور پر یہ اختلاف دب گیا لیکن مرزا طاہر کے مسلسل بیرون ملک قیام سے مرزا رفیع نے قیادت سنبھالنے کے لیے جوڑ توڑ شروع کر دیا ہے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی' ۲۹ اگست ۸۴ء)

❏ "قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر پاکستان کے خلاف من گھڑت اور بے بنیاد پراپیگنڈہ کرنے کے باوجود بیرونی ممالک سے حمایت حاصل کرنے میں بری طرح ناکام ہوگیا ہے اور اس کی پاکستان واپسی کی تمام امیدیں ختم ہوگئی ہیں۔ اب اس نے لندن کے قریب خریدی گئی تقریباً ۲۵ ایکڑ اراضی میں' جس کا نام "اسلام آباد" رکھا گیا ہے' اپنی جماعت کا مستقل ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس بات کا انکشاف آج ربوہ کے قریبی اور معتبر ذرائع سے ہوا ہے۔ مرزا طاہر کے اس فیصلہ کے بعد طاہر گروپ کے سرکردہ قادیانیوں نے بھی ربوہ سے نئے ہیڈ کوارٹر میں منتقل ہونے کا پروگرام بنا لیا ہے۔ یاد رہے کہ مولانا اسلم قریشی کے وقوعہ کے بعد مرزا طاہر گرفتاری سے بچنے کے لیے خاموشی سے ملک سے باہر فرار ہوگیا تھا۔ اس کے بعد قادیانیوں کے سالانہ اجتماع پر بھی پابندی لگادی

گئی' جس سے قادیانی جماعت پر زوال آنا شروع ہوگیا۔ ان پابندیوں کے بعد مرزا طاہر نے اپنی جماعت کا بھرم قائم رکھنے کے لیے لندن کے قریب تقریباً ۲۵ ایکڑ اراضی خرید لی' جس کا نام اسلام آباد رکھا گیا ہے' جہاں پر ان کا سالانہ اجتماع جو ربوہ میں ہوتا تھا' ہوگا۔ مرزا طاہر کے اس فیصلہ کے بعد اس کا سوتیلا بھائی مرزا رفیع' جو کہ ایک عرصہ سے جماعت کی قیادت پر قبضہ کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہا تھا' پھر مصروف عمل ہے اور کسی بھی وقت وہ اس قیادت پر قبضہ کرنے کا اعلان کر سکتا ہے"۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' ۸ جولائی ۱۹۸۵ء)

❑ "قادیانی جماعت کی ہائی کمان نے مرزا طاہر احمد کے خلاف بغاوت کر دی اور ان کے احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ مرزا طاہر احمد نے جرمنی' بیلجیئم' امریکہ اور دیگر یورپی ممالک میں مبلغین کے خلاف تادیبی کارروائی کرتے ہوئے انہیں جماعت سے نکال دیا۔ تفصیلات کے مطابق قادیانی جماعت کے بیرون ممالک مشنوں کے مبلغین نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کی سخت اور آمرانہ پالیسیوں سے اختلاف کرتے ہوئے ان کے احکامات ماننے سے انکار کر دیا۔ یاد رہے کہ جب سے مرزا طاہر احمد ۱۹۸۴ء سے ملک سے فرار ہو کر لندن میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں' انہوں نے بیرون ممالک خصوصاً یورپی ممالک میں قادیانی مشنوں کے انچارجوں پر اپنا دباؤ رکھا ہے اور ان کے بجائے اپنے خاص چہیتوں کو تعینات کر رکھا ہے' جو ان کے کاموں کی نگرانی اور خفیہ مخبری کرتے ہیں اور مشنوں کے سربراہوں کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور تنقید بھی کرتے ہیں۔ مرزا طاہر احمد کے اس اقدام کے خلاف جرمنی' بیلجیئم' ناروے' امریکہ اور افریقی ممالک کے بہت سے قادیانی مبلغین نے مرزا طاہر احمد اور ان کے مقرر کردہ عہدیداروں کے احکامات ماننے سے انکار کر دیا' جس پر مرزا طاہر احمد نے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرتے ہوئے اپنے سابق پرائیویٹ سیکرٹری مولوی مسعود احمد جہلمی' انچارج قادیانی مشن جرمنی' مولوی محمد صالح بیلجیئم' مولوی حافظ محمد صدیق امریکہ اور دیگر ممالک میں مشنوں کے افراد کو قادیانی جماعت کی بنیادی رکنیت سے خارج کر دیا ہے۔ قادیانی جماعت کی خواتین تنظیم کی بعض عہدیدار بھی اخراج کی فہرست میں شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مرزا طاہر احمد نے اپنے چچازاد بھائی مرزا خورشید احمد کو جو ایک عرصہ سے بطور ناظر امور عامہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان تعینات تھے' کو بھی نافرمانی اور اختلافات

کی بنا پر تمام عہدوں سے علیحدہ کر کے اپنے خاص ساتھی ملک مسعود احمد ظفر کو مقرر کر دیا ہے۔ قادیانی جماعت کے سربراہ کی طرف سے تادیبی احکامات کے خلاف جماعت کی ہائی کمان میں ان کے خلاف نفرت اور بغاوت کے جذبات ابھرنا شروع ہوگئے تھے اور قادیانیوں کی اکثریت بیرون ممالک کے مبلغین کے خلاف مرزا طاہر احمد کے احکامات کی سخت مذمت کی جا رہی ہے اور ان کی بحالی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے"۔

(روزنامہ "پاکستان" لاہور، ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

❑ "قادیانی جماعت کے سابق خلیفہ مرزا ناصر احمد کے بیٹے مرزا فرید احمد اور جماعت کے موجودہ خلیفہ مرزا طاہر احمد کے درمیان ٹھن گئی۔ مرزا فرید احمد کا تعلق مرزا رفیع احمد گروپ سے ہے، جو مرزائیوں کا سنجیدہ طبقہ ہے اور مرزا طاہر کو جماعت کی امارت سے ہٹانے کے لیے سرگرداں ہے۔ اس گروپ نے مرزا طاہر پر صدر انجمن احمدیہ کے فنڈز خورد برد کرنے کا الزام لگایا ہے۔ اس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ ربوہ میں ہونے والی مجلس مشاورت کے بھی ہنگامے کی نذر ہونے کی توقع ہے۔ مرزا رفیع نے اعلان کیا ہے کہ اگر انہیں قادیانیوں کی سربراہی مل گئی تو سب سے پہلے ان لٹیروں کا احتساب کریں گے، جو مبینہ طور پر امور عامہ میں فراڈ کر کے جماعت کے پیسے پر عیش کر رہے ہیں۔ مرزا رفیع احمد، مرزا طاہر احمد کے سوتیلے بھائی ہیں"۔

(روزنامہ "پاکستان" لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۹۳ء)

❑ "ربوہ میں قادیانی جماعت کی مجلس مشاورت اندرونی اقتدار کی کشمکش کی وجہ سے انتشار اور ہنگامہ کی نذر ہوگئی۔ بتایا گیا ہے کہ گزشتہ روز ایوان محمود ربوہ میں ہونے والی قادیانی مجلس مشاورت کا اجلاس ہوا جس میں مرزا طاہر احمد اور مرزا رفیع گروپ کے ارکان نے شرکت کی۔ اجلاس میں سالانہ بجٹ، ملک کے اندر ہونے والے حالات، قادیانی جماعت کو درپیش مسائل اور ملک کے دیگر علاقوں سے مبلغین کی رپورٹیں اور جماعتی نظم و نسق اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنے کے بارے میں تبادلہ خیال ہو رہا تھا کہ مرزا رفیع گروپ کا کسی نقطہ پر جھگڑا ہوگیا، جسے مرزا طاہر گروپ نے بزور طاقت دبانے کی کوشش کی لیکن مرزا رفیع گروپ احتجاجاً اس سے واک آؤٹ کر گیا۔ گزشتہ روز دوبارہ، ایوان محمود میں اجلاس ہوا، جس میں غیر معمولی انتظامات کیے گئے۔ خدام الاحمدیہ کے مسلح کارکنوں نے پوری عمارت کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور تلاشی لیے بغیر کسی کو اندر جانے

کی اجازت نہ دی گئی"۔

(روزنامہ "خبریں" لاہور ۴ اپریل ۱۹۹۳ء)

❑ "مرزا طاہر احمد نے اپنے بھائی مرزا رفیع احمد کو معاملہ فہمی اور سمجھوتے کے لیے لندن طلب کر لیا۔ باخبر حلقوں کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا رفیع احمد نے اٹھارہ ہزاری کے علاقے میں ۶۷۵ ایکڑ اراضی ۹۷ لاکھ روپے میں خرید کر نئی کالونی بسانے کا پروگرام بنایا' جس سے ان کے بھائی مرزا طاہر احمد ہیڈ آف دی احمدیہ موومنٹ نے لندن میں اپنے خطبہ کے دوران اس امر پر اظہار ناراضگی کیا۔ جبکہ مرزا رفیع احمد پر نماز پڑھانے اور اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنے کی پابندیاں تاحال برقرار ہیں' جن کو توڑ کر انہوں نے اپنی نئی خرید کردہ زمین پر وہاں اکٹھے ہونے والے قادیانیوں کی نماز میں امامت کا فریضہ ادا کیا۔ معتبر ذرائع کا کہنا ہے کہ ربوہ کی قبضہ گروپ کی قیادت کی مفاد پرستیوں اور شہریوں کے مسائل سے غفلت برتنے اور ناعاقبت اندیشانہ پالیسیوں سے نئی نسل' ان سے نالاں اور بیزار ہو چکی ہے' جو غریب احمدیوں کی فلاح و بہبود کے نام پر مختلف اقسام کے سالانہ کروڑوں روپے کے چندے جمع کر کے ہضم کر جاتی ہے اور ضرورت مند در در کی ٹھوکریں کھاتا رہ جاتا ہے جس وجہ سے لوگ تبدیلی کے خواہش مند ہیں اور وہ مرزا رفیع احمد کو اپنا ہمدرد اور نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں معلوم ہوا ہے کہ موجودہ قیادت کی لاپرواہی سے نئی نسل فحاشی اور بدی کے کاموں میں لگ چکی ہے' جس کو بچانے کے لیے اور ربوہ کی نااہل قیادت سے چھٹکارا پانے کے لیے نئی بستی بسانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے"۔

(روزنامہ "خبریں" لاہور ۲۴ جولائی ۱۹۹۳ء)

❑ "قادیانیوں کی نئی نسل نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کی اجارہ داری کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور چندوں کی آڑ میں اکٹھے کیے جانے والے کروڑوں روپے کے فنڈز کا حساب طلب کر لیا۔ گزشتہ روز "قصر خلافت" کے نواح میں خفیہ مقام پر ایک اجلاس میں "الاقراء" تنظیم بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ دنیا میں "جماعت احمدیہ" واحد مذہبی جماعت ہے جو "اشاعت اسلام" کے نام پر مختلف چندوں کی مد میں ٹیکس وصول کر کے اپنی جائیدادیں اور بینک بیلنس بڑھاتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے چند ایکڑ اراضی چھوڑی تھی لیکن آج اس کے پڑپوتوں اور پوتیوں کے پاس ہزاروں ایکڑ اراضی' کروڑوں روپے کے بینک بیلنس اور جائیدادیں ہیں۔ مرزا طاہر احمد نے مردوں پر

بھی چندہ عائد کر دیا ہے۔ اجلاس میں موجود اہم نقاب پوش ارکان نے بتایا کہ چندوں کے نیٹ ورک میں نومولود بچوں سے لے کر مرنے والے تک کو عام چندہ کے علاوہ تحریک جدید' وقف جدید' جلسہ سالانہ' دارالضیافت' ہسپتال' ہر تنظیم کے لیے علیحدہ علیحدہ چندے اور مرزا طاہر احمد کی طرف سے نئی نئی سکیموں مثلاً صد سالہ جوبلی سکیم' بیوت الحمد' ناداروں کی امداد' یتیموں کی امداد اور ہر نئی عمارت کی تعمیر اور اخراجات کے نام پر چندے وصول کیے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ربوہ میں کئی گھرانے بدحال ہیں۔ اجلاس میں "خلیفہ گر" برادران مرزا غلام احمد ناظر اعلیٰ' مرزا خورشید احمد اور ربوہ کی قیادت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ارکان نے کہا کہ یہ لوگ ۵۰ کروڑ روپے کے صد سالہ جوبلی فنڈ اور کروڑوں روپے کے بیوت الحمد فنڈز کا حساب نہیں دے سکتے۔ ۱۹۸۴ء سے پاکستان میں سالانہ جلسہ نہیں ہو رہا لیکن اس سلسلے میں کروڑوں روپے چندہ لیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ جماعت احمدیہ میں حقوق العباد اور اخلاق نام کی کوئی شے نہیں۔ اجلاس میں دارالقضاۃ کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ یہ ادارہ غیر قانونی طور پر ۹۹ فیصد تنسیخ نکاح کے فیصلے کر کے ہر سال سینکڑوں لوگوں کے گھر اجاڑنے کا ذمہ دار ہے۔ اجلاس میں قانون ساز اداروں سے مطالبہ کیا گیا کہ دارالقضاۃ کو فوری طور پر بند کر دیا جائے"۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور ۹ اگست ۱۹۹۳ء)

❑ "باخبر حلقوں کے مطابق جرمنی فرینکفرٹ میں جماعت احمدیہ کے پانچویں سہ روزہ جلسہ سالانہ کے ختم ہونے پر آئندہ سال سے امریکہ' کینیڈا' سپین اور افریقہ کے ممالک میں بھی سالانہ جلسے منعقد کیے جائیں گے جبکہ مرزا طاہر احمد کے ۱۹۸۴ء میں پاکستان سے فرار کے بعد لندن میں جلسے کیے جانے لگے ہیں۔ مرزا طاہر احمد کی توحید کے موضوع پر تقاریر میں نشاندہی کیے بغیر 'جماعت احمدیہ میں بعض شورشوں کے سر اٹھانے کا بھی ذکر کیا گیا' جس پر معتبر ذرائع نے بتایا کہ مرزا رفیع احمد اور اہل دانش و فکر نے مرزا طاہر احمد کے دعویٰ مجددیت کو نہ صرف تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اعتراض اٹھایا کہ وہ اسی قسم کا اظہار مرزا ناصر احمد کے متعلق بھی کر چکے ہیں۔ ان ذرائع کے مطابق مرزا طاہر احمد اپنی سوال و جواب کی مجلسوں میں ظاہر کرتے ہیں کہ خلیفہ مجدد سے بڑھ کر تجدید کا کام کرتا ہے اور مجدد تیمم کی حیثیت رکھتا ہے جبکہ خلیفہ آب ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ "آب آمد' تیمم برخواست" علاوہ ازیں ان باوثوق ذرائع کے مطابق اہل دانش و فکر نے الزام لگایا

ہے کہ مرزا رفیع احمد کی غیر محسوس انداز میں نسل کشی کی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دونوں لڑکوں مرزا طیب کے گھر ایک سال سے اور مرزا صمد کے گھر عرصہ تین سال سے کوئی اولاد نہیں ہو رہی"۔

(روزنامہ "جسارت" کراچی' ۱۸ ستمبر ۱۹۹۳ء)

❑ "حقیقی احمدی گروپ نے جماعت احمدیہ (قادیانیوں) کے سربراہ مرزا طاہر سے مطالبہ کیا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے بدعنوان ناظران سمیت صدر عمومی کو فی الفور برطرف کرو ورنہ خود مستعفی ہو جاؤ اور نیا انتخاب کراؤ ورنہ انقلاب بھی آسکتا ہے' یہ مطالبہ اپنے آپ کو حقیقی احمدی گروپ ظاہر کرنے والے گروپ کے خصوصی اجلاس میں کیا گیا' اجلاس میں کہا گیا کہ عقل و خرد کا جدید دور ہے مگر مرزا طاہر احمد ایسی کشتی کے ملاح بنے بیٹھے ہیں' جس کے بادبان (ناظران مذکور) بوسیدہ اور چپو ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اجلاس میں کہا گیا ہے کہ لوکل انجمن احمدیہ کے صدر عمومی نے "غنڈے" پال رکھے ہیں' جو پولیس کو ساتھ لے کر شہریوں کے گھروں کی عزتوں کو پامال کراتے ہیں۔ علاوہ ازیں محلہ نصیر آباد کے دو گھروں کی عزتوں کی پامالی پر ربوہ پولیس اور صدر عمومی کے خلاف منگل کو پھر احتجاج ہوا' جس میں شہریوں کی عزتوں کو ظالموں سے بچاؤ کے نعرے لگائے گئے۔"

(روزنامہ امت کراچی 23 اپریل 1997ء)

❑ "پاکستان میں قادیانی جماعت کے امیر مرزا منصور احمد کی موت کے بعد مرزا مسرور کی نامزدگی سے جماعت کے اندرونی حلقوں میں شدید خلفشار پیدا ہو گیا ہے۔ ربوہ کے قادیانی حلقوں میں اس فیصلہ سے شدید اضطراب پایا جاتا ہے کیونکہ ان کے خیال میں مرزا فرید کو امیر بنایا جانا چاہئے تھا۔ قیادت لندن میں بیٹھ کر فیصلے کرتی ہے اور پاکستان میں مقامی حالات کو پیش نظر نہیں رکھتی۔ مرزا ناصر کی وفات کے بعد بھی مرزا رفیع کو امیر بنایا جانا چاہئے تھا لیکن مرزا طاہر کو نامزد کر دیا گیا اور یہی واقعہ اب دہرایا گیا ہے جس سے جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ باغی گروپ کے ایک حامی نے جی این این سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ جھگڑا سامنے آنے کے بعد مرزا فرید کو غائب کر دیا گیا ہے اور وہ پرسوں سے کسی کو

نظر نہیں آ رہے۔ ایک اطلاع کے مطابق ان کو انگلستان بھیج دیا گیا ہے مگر اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ جماعت احمدیہ کے اندرونی حلقوں میں اس بات سے شدید خلفشار پھیل گیا ہے اور خدشہ ہے کہ کہیں دونوں گروپوں کے درمیان تصادم نہ ہو جائے"۔

(روزنامہ پاکستان لاہور' ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء)

ڈاکٹر عبدالسلام سے مغائرت کیوں؟

❑ اس عنوان سے عمر پیام لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر عبدالسلام مخلص احمدی تھے۔ جماعت احمدیہ ربوہ پر ان سے بے وفائی کا الزام آتا ہے۔ خلاف عقل حکم تسلیم نہ کرنے پر مرزا طاہر احمد' ان سے خفا کیا ہوئے' گویا ساری جماعت خفا ہو گئی۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے خلاف جماعت ربوہ نے اپنے دلوں میں کینہ و بغض بھر لیا۔ ان کے بیماری کے آخری ایام میں انہیں یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ ربوہ میں دعا کی تحریک تک نہیں کی گئی اور نہ ہی مرزا طاہر احمد نے اپنے خطبات میں اس امر کا ذکر کیا۔ ربوہ کے صحافیوں نے مرحوم کے خلاف نفرت کو شدت سے محسوس کیا' جسے پریس میں پیش کیا۔ اس پر ڈاکٹر انور سدید اور دیگر مفکروں اور دانشوروں نے ڈاکٹر عبدالسلام کی خدمات پر قلم اٹھایا۔ جن کے افکار کو قومی اخبارات سے نقل کر کے جماعت احمدیہ کے آرگن "الفضل" نے بادل نخواستہ شائع کیا اور مرزا طاہر احمد نے بھی ان کی تیمارداری کے لیے اپنے خداموں کو مقرر کیا' جنہیں ڈاکٹر عبدالسلام نے قبول نہ کیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی وفات کی خبر سنتے ہی مجھے جماعت احمدیہ ربوہ کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ مجھے جماعت احمدیہ یہاں بھی دو حصوں میں بٹی ہوئی دکھائی دی۔ ایک گروپ ڈاکٹر عبدالسلام کے عقیدت مندوں کا اور دوسرا قبضہ گروپ کی شکل میں سامنے آیا۔ قبضہ گروپ نے ڈاکٹر عبدالسلام کے جنازہ اور تدفین میں شرکت کرنے والوں کی تعداد صرف ۲۵ ہزار بتائی' جسے "الفضل" میں بھی شائع کیا گیا اور وفات کے بعد ربوہ کے صحافیوں کو ڈاکٹر عبدالسلام سے متعلق اور دیگر معلومات فراہم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں تدفین میں شامل ہونے سے روک دیا۔ پی پی آئی کے رپورٹر سے بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا پریس بیج پھاڑ دیا۔ صحافیوں کو مرحوم کے لواحقین سے ملنے اور ان سے انٹرویو کرنے سے روک دیا۔ اسی طرح عقیدت مندوں کو جنازہ کو کندھا دینے سے روک

دیا۔ میت کو خدام احمدیہ نے اپنے نرغے میں لے کر قبرستان پہنچایا اور نرغے میں ہی دفن کیا۔ قبضہ گروپ نے نماز جنازہ کے وقت بھی تفریق سے کام لیا۔ صدر انجمن احمدیہ' تحریک جدید اور وقف جدید کے اعلیٰ افسران کو جنازے کی اگلی صفوں میں بلا لیا اور دوسروں کو پیچھے کر دیا گیا۔ مقرر کیے گئے رضاکاروں نے کسی دوسرے عقیدت مند کو اگلی صفوں میں شامل نہیں ہونے دیا۔ اس طرح تدفین کے وقت احاطہ کیے ہوئے خدام احمدیہ نے لندن سے آئے ہوئے ان کے عقیدت مندوں کو تدفین کی جگہ جانے سے سختی سے منع کر دیا۔ مجھے ان عقیدت مندوں کی منتوں اور عذرات وغیرہ سن کر اور خدام کے رویہ کی طرف دیکھ کر اندازہ ہوا کہ جماعت احمدیہ یقیناً جذبات سے عاری اور مردہ ہو چکی ہے۔

قبضہ گروپ نے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے مشہور کر دیا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کے جنازہ میں شرکت کے لیے اٹلی کے سفیر اور وفاقی و صوبائی وزیر اور مشیر ربوہ پہنچ رہے ہیں' جسے عقیدت مند گروپ نے بہت ہوا دی اور افواہ پھیلا دی کہ بی بی سی' وائس آف امریکہ اور وائس آف جرمنی کے نمائندے بھی آ رہے ہیں۔ جب یہ سب افواہیں ثابت ہوئیں تو عقیدت مند گروپ نے مقامی تین جانبدار نامہ نگاروں کو استعمال کر کے ان کے اخبارات میں یہ خبر شائع کروا دی کہ اٹلی کے سفیر اور وفاقی و صوبائی حکومتوں کے وزیروں نے تدفین میں شرکت کی۔ جبکہ ربوہ کے دیگر اخباروں اور ایجنسیوں کے نامہ نگاروں اور فیصل آباد سے آئے ہوئے ڈیلی ڈان اور اے پی پی کے نمائندوں کو ایسی کوئی بات نظر نہ آئی اور ان سب کی رپورٹنگ کو "مخالفانہ" کہہ دیا گیا۔

مجھے ربوہ کی اہل دانش اور آزاد خیال لوگوں سے رائے معلوم کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے دونوں گروپوں کی دوغلی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کے جنازے سے لوگوں کو سو اور دو سو فٹ دور رکھ کر عقیدت مندوں کے جذبات سے کھیلا گیا ہے۔ انہوں نے ربوہ کے پریس سے معاندانہ رویہ رکھنے اور بدتمیزی اختیار کرنے پر بھی شدید مذمت کا اظہار کیا اور کہا کہ دنیا بھر میں پریس کو عزت و وقار سے دیکھا جاتا ہے اور ہر ملک و شہر کی انتظامیہ پریس کو سہولتیں اور معلومات فراہم کرتی ہے مگر انجمن احمدیہ ربوہ مقامی صحافیوں کی تذلیل کر کے خوشی محسوس کرتی ہے"۔

(روزنامہ "وفاق" لاہور ۸ دسمبر ۱۹۹۶ء)

اور اب آخر میں ایک دلچسپ خبر ملاحظہ کریں۔

نوبل انعام یافتہ امریکی سائنس دان کا ایک اور "اعزاز"

"نوبل انعام یافتہ امریکی سائنس دان ڈینیل گیج ڈسک کو ایک بچے سے زیادتی کے جرم میں دو مسلسل سزاؤں کے تحت ۱۵ سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ ۷۳ سالہ ڈینیل گیج ڈسک جن کی تمام عمر دماغی امراض پر تحقیق کرتے ہوئے گزری' اپنی پہلی سزا کے تحت ۱۸ ماہ قید میں رہیں گے اور اس عرصہ میں انہیں بچوں سے ملنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو انہیں اپنی بقیہ سزا بھی بھگتنا پڑے گی۔ گیج ڈسک پر ۱۹ فروری کو الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے اپنے ۵۰ لے پالک بچوں میں سے ایک کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ گیج ڈسک نے ۱۹۶۰ء میں اپنے مغربی بحرالکاہل کے دورہ کے دوران بچوں کو امریکہ لانا شروع کیا اور ان کی تعلیم کے اخراجات برداشت کیے اور انہیں اپنے گھر پر رکھا۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۳۰ اپریل ۱۹۹۷ء)

